جاء الحق وزهق الباطل ان الباطل کان زهوقا

الحمد للہ والمنہ کہ درین زمان بتائید خالق کائنات نسخہ

دلیل الحسنات علی طریقۃ الصلوٰۃ

یکی از تصنیفات عالی درجات علامی فہامی جناب مولوی شیخ احمد صاحب دامت برکاتہ خلف الصدق عالیجناب مولانا محمد وجیہ الدین صاحب مرحوم عثمانی دیوبندی

بمقام لکھنؤ محلہ دوا خانہ وزیر گنج
بتاریخ بست و ہفتم ماہ محرم سنہ ۱۳۰[illegible] ہجری

در مطبع اثنا عشری باہتمام سید عابد علی طبع شد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العلمین والصلوۃ والسلام علی رسولہ وحبیبہ محمد والہ اجمعین الی یوم الدین

اما بعد خاکسار ذرۂ بے مقدار شیخ احمد ابن جناب مولانا مولوی وجیہ الدین مرحوم دیوبندی وارد جے پور گذارش کرتا ہی کہ بعد مطبوع اور شایع ہونے رسالۂ انوار الہدے کے بعض احباب مومنین کی تحریرات سے معلوم ہوا کہ بعض مقامات مین باہم حضرات اہلسنت والجماعت و حضرات شیعہ امامیہ کے ترکیب وارکان نماز مین بحث درپیش ہی اور خصوصا ہاتھ کھولکر نماز پڑھنے کے بابت زیادہ گفتگو ہی اور طرفہ یہ ہی کہ حضرات اہلسنت صرف شیعون پر ہی معترض ہوتے ہین کہ یہ ہاتھ کھول کر کیون نماز پڑھتے ہین اور اپنے گروہ پر اعتراض نہین کرتے کہ پیروان امام مالک کیون ہاتھ کھول کر نماز پڑھتے ہین اس سے معلوم ہوا کہ حضرات اہلسنت کو ہاتھ کھولنے باندھنے سے تعصب نہین ہی بلکہ فقط شیعیان اہلبیت پیغمبر سے کاوش ہی جیسا کہ مسئلہ متعۃ النسا مین شیعون پر ہر معترض ہوتے ہین اور مالکیون سے نہین بولتے۔ ایسے ہی رفع یدین اور قنوت وغیرہ کی کیفیت ہی کہ سوائے ایک ربع اہلسنت والجماعت کے کہ جو مقلد امام ابو حنیفہ کے تقریبا جملہ ہر سہ فرقات رفع یدین کرتے ہین اور قنوت کو نماز فریضہ مین جائز سمجھتے ہین چونکہ اس بارہ مین اکثر عدم واقفیت کیوجہ سے نوبت بہ نزاع

پوچھی ہی اگر حضرات اہلسنت بوجہ عدم واقفیت حالات اپنے ائمہ اور اکابر کے نماز مین ہاتھ کھولنے
کو فقط شیعون کا ہی عمل قرار دیکر معترض ہوتے ہین اگر اونکو معلوم ہوجاوے کہ ہم مین سے بھی ایک بڑا گروہ
ہاتھ کھولکر نماز پڑھتا ہی اور شیعون کیطرح رفع یدین اور قنوت کو جائز رکھتے ہین اور رسول خدا
صلعم اور طبقہ صحابہ اور تابعین کا یہی عملدرآمد تھا تو ضرور ہی کہ پھر وہ کبھی شیعون پر اعتراض نکرین
ایسا ہی بعض حضرات شیعہ بوجہ معلوم نہونے تحقیقت حال کے جواب دینے سے قاصر ہوجاتے
ہین چونکہ اسوقت تک کوئی رسالہ جو ایسے معاملات مین مخصوص ہو میری نظر سے نہین گذرا
اور اکثر اصحاب مومنین کو بھی یہ شکایت ہی اسلیے حقیر نے مناسب سمجھا کہ ایک رسالہ مختصر
ایسا ترتیب دیا جاوے کہ جسمین نماز اور اوسکے ارکان کے متعلق جن جن امور مین باہم شیعہ و سنی مین
اختلاف ہی کتب صحاح اہلسنت والجماعت سے بحث کیجاوے اور سبکو کھلا دیا جاوے کہ نماز کے جمیع قواعد
اور ارکان مین شیعہ پوری متابعت سنت نبوی کرتے ہین ہر رکن اور قاعدہ شیعونکی نماز کا
احادیث مندرجہ صحاح اہلسنت سے ثابت اور متحقق ہوتا ہی اور اہلسنت کا سارا طریق نماز خلاف
سنت نبوی پایا جاتا ہی - اور چونکہ باہم شیعہ و سنی متعدد مسائل متعلقہ نماز مین اختلاف ہی اسلیے
ہر مسئلہ مختلف فیہ کو ایک فصل جداگانہ مین تحریر کیا ہی اور نام اس رسالہ کا **دلیل الحسنات**
علی طریقۃ الصلوۃ رکھا گیا ہی اور فہرست اسکی مندرجہ مضامین کی یہ ہی کہ یہ رسالہ
مشتمل ہی بارہ ۱۲ ارکان پر اور ہر رکن مین ایک ایک مسئلہ اختلافی کا بیان لکھا گیا ہی اس تفصیل سے
رکن اول طریقہ وضو اور اوسکے اختلاف کے بیان مین جو باہم شیعہ و سنی مین ہی **رکن دوم**
مسئلہ جمع بین الصلوتین کے بیان مین **رکن سوم** قیام فی الصلوۃ کے بیان مین یعنی نماز مین

ہاتھ باندھکر کھڑا ہونا چاہیے یا ہاتھ کھولکر رکن چہارم بعد تکبیر تحریمہ قرات کے بیانمین کہ آیا الحمد پڑھنی چاہیے یا طریقہ اہلسنت سُبحانَکَ اللّٰھُمّ الخ پڑھی جاوے رکن پنجم ہر تکبیر پر رفع یدین کے بیانمین رکن ششم قنوت کے بیانمین جو نماز فریضہ مین پڑھا جاوے رکن ہفتم تسابیح رکوع و سجود کے بیانمین رکن ہشتم مکث بین السجدتین کے بیان مین رکن نہم جلسہ یعنی قعد بعد سجدتین رکعت اولے و ثالثہ مین رکن دہم اس بیانمین کہ دو رکعات آخری نماز سہ گانہ و چہارگانہ مین مختار ہو کہ فقط الحمد پڑھے یا تسابیح پڑھے رکن یازدہم تشہد کے بیانمین رکن دوازدہم سلام اور تکبیر آخری کے بیانمین۔ اور یہ بھی واضح ہو کہ ہمنے اس رسالہ مین جسقدر احادیث درج کی ہین وہ سبکی سب صحیح بخاری کی احادیث ہین تاکہ کسیکو موقع اعتراض کا نملے۔ اگرچہ صحیح مسلم اور نسائی ترمذی وغیرہ خمسہ باقیہ بھی اہلسنت کے نزدیک اصح الکتب ہین لیکن صحیح بخاری کا صحت مین اونکے نزدیک سب سے اعلی درجہ ہی اور اسکی نسبت اصح الکتب بعد القرآن مقولہ عام ہی

رکن اول طریقہ وضو اور اوس اختلاف کے بیانمین جو باہم شیعہ و سنی مین واقع ہی

واضح ہو کہ جن اعضا کا وضو مین دھونا واجب ہی یا جنپر فقط مسح کرنا کافی ہی اونکی صاف تشریح قرآن مجید مین درج ہی۔ لیکن نہایت تعجب کا مقام ہی کہ اس بارہ مین بھی باہم شیعہ و سنی کے اختلاف ہی۔ فقہاء اہلسنت وضو مین تین عضو کا دھونا اور ایک عضو کا مسح کرنا فرض کہتے ہین۔ وہ اعضا جنکا غسل فرض کہتے ہین مُنہ۔ دونو ہاتھ۔ دونو پیر ہین۔ اور وہ عضو جس کا مسح کافی ہی سر ہی شیعہ کہتے ہین کہ دو عضو یعنی مُنہ اور ہاتھونکا دھونا اور دو عضو یعنی سر اور پیرونکا مسح کرنا فرض ہی۔ اب ہمکو تحقیق کرنا اس امر کا ضرور ہوا کہ ان دونو فرقون مین سے

حق پر کون ہے- وہ آیت قرآنی جسکی روسے وضو فرض ہوے اور جسمین تشریح اعضا واجب
الغسل اور واجب المسح کے ہوئی ہی یہ ہی یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِذَا قُمْتُمْ اِلَی الصَّلٰوۃِ فَاغْسِلُوْا
وُجُوْھَکُمْ وَاَیْدِیَکُمْ اِلَی الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِکُمْ وَاَرْجُلَکُمْ اِلَی الْکَعْبَیْنِ اور اسکے
صاف اور سیدھے معنی یہ ہین- ای مسلمانو جسوقت تم نماز کو اوٹھو پس دھوڈالو اپنے مونھون کو اور
اپنے دونو ہاتھونکو مرافق یعنی کہنیون تک اور مسح کرو اپنے سرونکا اور پیرون کا گٹون یعنی ٹخنون
تک اِسکے لفظی اور سیدھے معنون سے صاف طورپر تائید قول شیعونکی ہوتی ہی- اور اہلسنت اپنے مدعا
برآری کے لئے اِسکے معنی بہت توجیہات اور اونچ پیچ لگاکر کہتے ہین کہ حفص نے ارجلکم کے لام کو
مفتوح پڑھا ہی اور لام کا فتحہ دلیل عطف بعید کی ہی یعنی بوجہ فتحہ لام کے دونو پیر منہ کے معطوف
بعید ہوگئی جسکے یہ معنی ہوے کہ بعد ختم ہوجانے تشریح اعضاء واجب الغسل اور نیز بعد شروع اور ختم
ہوجانے دوسرے جملہ کے جسمین تفصیل اعضاء واجب المسح کی ہی پیر دھوڈالو گٹون تک- لیکن اسکی
کوئی وجہ بیان نہین کرتے کہ اس آیت کے معنی پیدا کرنے مین اسقدر دقت کیون کیجاوے اور صریح
اور صاف معنی کیون نہ لیئے جاوین جو عموماً قرآن شریف کے معنی لگانیکا دستور ہی- لہذا ہمکو
اس پیچدار طریقہ حصول معنی پر بچند وجوہ اعتراض ہی- اول یہ کہ قرآن مجید واسطے ہدایت کے
نازل ہوا ہی نہ گمراہ کرنیکو اسلیئے حکم ہی کہ قرآن کی آیات کے وہی معنی لگائے جاوین جو صریحاً الفاظ
سے پیدا ہون معنی لگانے مین توجیہات لایعنی کی ممانعت ہی پس اگر خداوند کریم کا منشاء غسل
رجلین ہوتا تو ضرور تھا کہ اعضاء واجب الغسل کے تحت مین منہ اور ہاتھونکے بعد ارجلکم بیان کیا
جاتا اسمین نہ فصاحت کلام بگڑتی تھی نہ سیاق اور نظم عبارت و حکم مین فرق آتا تھا بلکہ بہت صاف

جملہ ہوجاتا کہ اول تمام اعضاء واجب الغسل کا بیان ہوجاتا اور بعد اوسکے سر کے مسح کا ذکر آجاتا تعمین کسیکو موقع اعتراض کا نملتا اسکے کیا معنی کہ اول ۲ عضو کا دھونا بیان کیاجاوے اور پھر ایک سر کا مسح کرنا فرمایا جاوے اور پھر لوٹ کر جیسے کوئی بھولی ہوئی بات کو یاد کرتا ہی پیرونکے دھونیکا حکم دیاجاوے جیسے کوئی کہے کہ منہ اور ہاتھونکو دھوؤ اور سر پر مسح کرو ارے بھائی مین بھول گیا تھا پیرونکو بھی دھوڈالنا۔ سبحان اللہ کیا سیاق عبارت اور فصاحت کلام اسیکو کہتے ہین میرے نزدیک ایسے بے ربط کلام کو خدائے تعالیٰ کیطرف منسوب کرنا سخت گناہ ہی۔ جو شخص انصاف پسند طبیعت رکھتا ہی وہ خوب جانتا ہی کہ اہلسنت کے اسطرح معنی لگانیسے آیت کا سیاق اور حکم کا انتظام بالکل بگڑ گیا جس تصریح کو ناظم قرآن نے بقید غسل و مسح مرعی رکھا تھا وہ آپس مین ایسے خلط ملط ہوگئے کہ بے ربطی و بدنظمی کا الزام اس آیت پر عائد ہوگیا اور چونکہ قرآن پاک اس الزام سے بالاجماع بری ہی اسلیے ضرور ہوا کہ غلط معنی لگانیوالونکو ملزم قرار دیا جاوے۔ دوم یہ امر دیانت اور حزم و احتیاط سے نہایت بعید ہی کہ فقط ایک حفص کی قرأت کے اعتبار پر ارجلکم کے لام مفتوح قرار دیکر وجوھکم کا عطف سمجھا جاوے اور بے سیاقی اور بدنظمی کلام پر نظر نہ کیجاوے جس سے دو جدا جدا جملے مخلوط ہوکر بے ربط ہوجاوین اس آیت مین گویا دو جداگانہ مدات ہین ایک غسل کی مد اور دوسرے مسح کی مد۔ اگر ارجلکم غسل اعضاء کی مد مین قبل شروع ہونے مد ثانی مسح کے بیان ہوتا خواہ وجوھکم سے کتنے ہی فاصلے پر ہوتا اوسکو عطف بعید وجوھکم کا مان لیا جاتا لیکن جبکہ دوسری مد مسح اعضاء کی شروع ہوگئی اوسکے بعد جس عضو کا بیان ہوگا وہ مسح کی مد مین شامل سمجھا جاویگا مثلاً کوئی شخص بیان کرے کہ آدمیونمین نیک ہین زید اور حامد اور بد ہین عمر و بکر

تو عام لوگ یہی سمجھینگے کہ وہ نیک مرد ہین اور وہ بد ہین کیسیطرح نہین کہہ سکتے کہ بکر کا
قاعدے سے زید کا عطف بعید ہو اور اسلیے وہ شامل نیکمردون کے ہی سوم یہ امر مسلمہ عام ہو کہ جناب
رسولخدا صلعم نے کبھی مخالفت حکم الٰہی کے نہین کی اور احادیث صحیح مرویہ اہلسنت سے ثابت ہو
کہ آنحضرت صلعم نے ہمیشہ موزون پر مسح کیا ہی پس اگر پیرونکا دھونا فرض ہوتا تو رسولخدا صلعم
کبھی غسل قدم ترک کرکے مسح علی الخفین نکرتے اگرچہ سفر وغیرہ کا کیسا ہی عذر ہوتا تب بھی ایسی مخالفت
علی الخفین نکرتے کیونکہ اسکی بڑی دلیل یہ ہی کہ آپنے کبھی کسی اور عضو واجب الغسل کے عوض اوپر والی
پوشش پر مسح نہین کیا ورنہ ممکن تھا کہ سر مین ہر دو ساعد دھونیکے عوض آستین پر مسح کر لیتے اسکی
کیا وجہ ہی کہ فقط پیرونکے ہی غسل کو ترک کرکے موزون پر مسح کیا اور کبھی کسی اور عضو کے غسل کو
ترک کیا اگر اسپر توجہ اور انصاف کے ساتھ غور کرین اور سخن پروری اور تعصب کو دور کرین تو اسی
عمل رسول خدا صلعم سے ثابت ہوتا ہی کہ حکم قرآنی پیرونکے مسح کا ہی دھونیکا حکم نہین ہی ورنہ جناب
سرور کائنات کبھی عادتاً فرض کو ترک نکرتے چہارم یہ کہ خود خداوند تعالی نے اسکی بلفظہ آیت کے معنی
صاف کر دیے کہ اوسمین پھر کسیکو گنجائش لب کشائیکی باقی نہین ہی یعنی آیت حکم تیمم سے یہ امر صاف
ہوگیا کہ وضو مین کون کون اعضاء واجب الغسل ہین اور کون کون اعضاء واجب المسح ہین
تیمم کے حکم مین یہ اصول قائم کیا گیا ہی کہ جن اعضاء کا دھونا وضو مین فرض کیا گیا ہی تیمم مین
فقط اونھین اعضاء کا مسح کرنا قائم کیا گیا ہی اور جن اعضاء کا مسح وضو مین فرض کیا گیا ہی اونکو
تیمم مین قطعاً ترک کر دیا ہی اسلیے خداوند تعالی کے اصلی منشاء کے دریافت ہوجانیمین اب کوئی
دقت باقی نرہی آیت تیمم کو پڑھکر اوسکے معنی سمجھو کہ فرمایا ہی اللہ تعالی جل شانہ نے فتیمموا صعیدًا

طَیِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَاَیْدِیْكُمْ مِّنْهُ یعنی قصد کرو خاک پاک کا پھر مسح کرو اوس سے اپنے
مونہون اور ہاتھون کا جبکہ فقط مونہہ اور ہاتھہ پر مسح کرنا تیمم مین فرض ہے اور سر پیرونکو ترک کردیا ہے
تو صاف ثابت ہوگیا کہ اعضاء واجب الغسل کا مسح تجویز کیا گیا اور اعضاء واجب المسح کو اس اعتبار سے
ترک کردیا کہ غسل کا قائم مقام تو مسح ہی ہے مسح کا قائم مقام مسح کیا ہوگا اب اسمین توجیہات نکالنا
اور فضول دلائل کا پیش کرنا بیشک مستلزم اس امر کا ہے کہ اگر خداوند تعالی بھی آکر سمجھاجاوے تو نہ سمجھین

رکن دوم جمع بین الصلوتین کے بیان مین یعنی دو نمازون متحد الوقت کو ملاکر پڑھنا

جیسے ظہر اور عصر کو ایک ساتھہ اور مغرب اور عشا کو ایک ساتھہ پڑھنا اسمین بھی باہم شیعہ و اہلسنت کے
اختلاف ہے حضرات اسنیہ خصوصا حنفیہ کے نزدیک ملانا دو نمازونکا قطعی ممنوع اور ناجائز ہے اور شیعون کے
نزدیک جائز ہے منع نہین۔ اب ہمکو تحقیق کرنا اس امر کا ہے کہ آیا پیغمبر خدا صلعم نے لوگونکو ایسی
دو نمازین ملاکر پڑھنے سے منع کیا ہے یا خود بھی آنحضرت نے دو نمازین ملاکر پڑھی ہین پس اگر
احادیث مندرجہ صحاح اہلسنت سے یہ امر ثابت ہوگیا کہ خود جناب سرور کائنات نے ظہر و عصر اور
نیز مغرب و عشا کو ملاکر پڑھا ہے تو صاف ثابت ہوگا کہ اہلسنت مخالف سنت نبوی عمل کرتے ہین
اور شیعہ خاص متبع سنت رسول اللہ کے ہین اور منع کرنا جمع بین الصلوتین سے سخت گناہ
اور عمل کرنیوالون پر باصرار معترض ہونا قریب کفر ہے گویا سنت نبوی پر براہ عداوت معترض
ہوتے ہین جمع بین الصلوتین کو ناجائز کہنا عام اہلسنت کا عمل نہین ہے بلکہ فقط حضرات
حنفیہ ہی مانع ہین اور امام مالک نے ہمیشہ مسجد نبوی مین دو نمازین ملاکر پڑھی ہین اور مقلد
اونکے اب بھی برابر پڑھتے ہین اور امام شافعی کے مقلدون مین اختلاف ہے بعضے مطلقا جا

سمجھتے ہین اور بعضے ضرورتًا اور حنابلہ ضرورتًا جائز سمجھتے ہین اور حنفیہ منفرد ہین حکم ناجوازی مین لیکن
عرفات مین ظہر وعصر اور مزدلفہ مین مغرب وعشا اب بھی بلا کسی عذر اور حاجت کے حجاج مذہب حنفی
ملاکر پڑھتے ہین - اگرچہ عرفات اور مزدلفہ کے نمازونکی بابت تمام کتب سیر اور احادیث اہلسنت
مین بطریق شہرت اور اعلان کے مذکور ہی لیکن ہم اوس سے علاوہ نمازونکی بابت بحث کرتے
ہین اور واسطے ساکت کرنے اپنے مخالفین کے صحیح بخاری سے زیادہ معتبر کتاب نہین پاتے ہین
اسلیے ہم ناظرین کو متوجہ کرتے ہین طرف صحیح بخاری کے کہ اوسکی کتاب مواقیت الصلوٰۃ کے باب
وقت المغرب مین جسکو نماز عرفات اور مزدلفہ سے علاقہ نہین ہی اسطرح روایت ہی حدثنا
ادم قال حدثنا شعبہ قال حدثنا عمرو بن دینار قال سمعت جابر بن زید عن ابن
عباس قال صلی النبی صلعم سبعًا جمیعًا وثمانیًا جمیعًا یعنی جابر بن زید نے ابن عباس سے
روایت کی ہی کہ کہا ابن عباس نے کہ نماز پڑھی ہی نبی صلعم نے سات رکعتین ملاکر (مغرب
وعشا) اور آٹھہ رکعتین ملاکر (ظہر وعصر کی) شیخ الاسلام شارح صحیح بخاری نے کتاب
مواقیت الصلوٰۃ مین بابت وقت نماز مغرب کے لکھا ہی -) و مرویست از طاوس کہ گفت
فوت نمی شود مغرب و عشا تا فجر - و از عطا نیز بہ نحو آن روایت است کذا نقلہ العینی -
اس روایت سے ثابت ہوا کہ مغرب اور عشا کا ایک ہی وقت ہی اور وہ ممتد ہی فجر تک اور جبکہ
دونو نمازونکا ایک ہی وقت ہی تو ملاکر پڑھنا بلا شبہہ جائز بلکہ اسوجہ سے مستحب بھی
خیال ہوسکتا ہی کہ بعد نماز مغرب توقف ناجائز نماز عشا مین نہین کیا گیا) وقال
عطا یجمع المریض بین المغرب والعشاء و گفت عطا کہ جمع کند مریض میان مغرب

وعشا و باین قائل است احمد و اسحٰق - و بعض شافعیہ مطلقاً (یعنی بغیر قید مرض کے) و تجویز
کردہ آنرا امام مالک در مسجد شریف نبوی - و مشہور از شافعی منع است و ترجیح دادہ جواز را نووی -
و قسطلانی از مہمات آوردہ کہ گفت یافتم نقل آنرا از شافعی در مختصر مزنی باین عبارت کہ جمع
میان دو نماز در سفر و مطر و مرض جائز است اس عبارت شارح سے معلوم ہوا کہ منجملہ ائمہ اربعہ
کے ایک امام مالک تو بالعموم جمع بین المغرب و عشا و بین الظہر و العصر جائز قرار دیتے ہیں اور
امام شافعی ایک روایت سے مطلقاً اور عموماً اور دوسری روایت سے ضرورتاً جائز قرار دیتے ہیں اور
امام احمد بن حنبل بھی ضرورتاً جائز کہتے ہیں فقط ایک امام ابو حنیفہ منفرد ہیں کہ وہ جمع بین الصلوتین
کو ناجائز اور ممنوع فرماتے ہیں شیخ الاسلام شارح صحیح بخاری حنفی المذہب ہیں اونھوں نے
بحث تنگی وقت مغرب میں یہ منقولہ ابن منذر کا کہ مالک و اوزاعی اور شافعی کہتے ہیں کہ مغرب کا
کوئی وقت نہیں ہے سوا وقت غروب ہونے آفتاب کے لکھکر اسکی تردید میں ماثر جواز جمع مغرب و
عشا لکھے ہیں اور یہیں فرماتے ہیں وقت مغرب ممتد است تا عشا چہ اگر تنگ بودے ہر آئینہ فصل
گشتی میان وے و عشا پس جمع جائز نشدی چنانکہ میان صبح و ظہر - ذکرہ العسقلانی - علاوہ ازین
سال حجۃ الوداع میں بہت لوگوں کو دیکھنے کا اتفاق ہوا کہ جناب رسولخدا صلعم نے دو نمازیں
ظہر اور عصر کو عرفہ میں اور مغرب و عشا کو مزدلفہ میں ایک اذان اور دو اقامت سے پڑھا اور جو لوگ
اتباع سنت نبوی کرنا چاہتے ہیں وہ استحباباً اون مقامات پر اب بھی بغیر کسی ضرورت اور
عذر کے دو نمازیں جمع کر کے پڑھتے ہیں - عرفہ میں عین بعد زوال آفتاب ظہر اور عصر کی نماز
جمع کر کے رسول خدا صلعم نے پڑھی کہ اہلسنت کے نزدیک وہ وقت عصر کا ہرگز نہ تھا اور

اسیطرح مزدلفہ مین ایسے وقت نماز مغرب و عشا ادا فرمائی کہ اہلسنت کے نزدیک وقت مغرب
باقی نہ رہا تھا۔ اگر کوئی یہ کہے کہ کسی حاجت اور ضرورت کیوجہ سے رسول خدا صلعم نے ایسا کیا تھا تو
یہ درست نہین اوسکا جواب یہ ہی جیسا کہ صحیح مسلم اور صحیح بخاری مین حدیث اسامہ سے ظاہر
ہوا ہی کہ مزدلفہ مین پہونچنے سے پہلے آنحضرت صلعم شعب کو وہین تشریف لیگئے او قضاء حاجت
فرمائی اور وضو کیا او سوقت مغرب کی نماز کا وقت ہوگیا تھا اور اسامہ نے عرض بھی کیا تھا کہ نماز
مغرب آپ پڑہینگے مگر آنحضرت نے فرمایا کہ نماز آگے چلکر یعنی مزدلفہ مین پہونچکر پڑہی جاویگی ایسا
ہی حضرتکو عرفات سے چلنے کی جلدی نہ تھی کہ عین بعد زوال آفتاب نماز عصر ادا فرمائی بلکہ ثابت
ہوا ہی کہ تا غروب آفتاب آپ عرفات مین رہے اسلیے ممکن تھا کہ آپ عرفات مین نماز عصر اوسکے
وقت پر اور نیز نماز مغرب بھی اوسی جگہ اول وقت پر پڑہ سکتے تھے لیکن یہ امر تحقیق ہوا ہی کہ آپکے
جسقدر افعال ضمن حجۃ الوداع مین تھے وہ سب تعلیم امت کے لئے تھے کیونکہ تمام بلاد اسلام
کے لوگ وہان حاضر تھے بلا وساطت غیرے افعال رسول اللہ صلعم کو دیکھتے تھے جمع
کرنا دو نمازون کا فقط اسیلیے تھا کہ عوام الناس اسکے جواز سے آگاہ ہوجاوین ثبوت
اس امر کا کہ حضرت رسول خدا صلعم غروب آفتاب تک عرفات مین رہے صحیحین سے حاصل اور

مدارج النبوت مین بھی در باب قیام عرفہ مرقوم ہی او سنت آنست کہ تا غروب آفتاب باشد
زیرا کہ ایستاد رسول خدا صلعم تا آفتاب غروب کرد اور نیز جب آپ شعب سے قضاے حاجت کرکے
نکلے اور وضو کیا اسکی نسبت مدارج مین مندرج ہی کہ اسامہ گفت الصلوۃ یعنی نماز مغرب
خواہی گذارد پس رسول اللہ فرمود دو نماز پیشتر است یعنی در مزدلفہ با نماز عشا گزارد خواہد شد

بعد اسکے مزدلفہ مین پہونچنے کا حال اسطرح درج ہی وو در مزدلفہ وضوے کامل ساخت و فرمود

تا اذان گفتند و اقامت کردند و نماز شام بگذارد پیش ازانکہ بار ہا فرود آمدند و اشتران فرو

خوابانیدند و چون بار ہا فرود آوردند باز اقامت گفتند و نماز خفتن بگذارد و برای نماز

خفتن بانگ نگفتند و میان فرض مغرب و فرض عشا ہیچ نماز نگزارد و ازینجا معلوم شد

کہ جمع میان مغرب و عشا بیک اذان و دو اقامت بودہ چنانکہ در عرفات بود میان ظہر و

عصر و در حدیث بخاری و مسلم از اسامہ بن زید ہمچنین آمدہ و مذہب زفر و شافعی و نزد امام ابو حنیفہ

و بروایتے از احمد و بسیاری از ائمہ بیک اقامت گذارد انتہی- اور مدارج النبوت مین جو کچھ

یہ حال درج ہی وہ گویا ترجمہ ہی حدیث اسامہ بن زید کا جو صحیح بخاری کے باب الجمع بین الصلوتین

بمزدلفہ مین مروی ہی اسطرح پر حدثنا عبد اللہ بن یوسف قال اخبرنا مالك

عن موسی بن عقبۃ عن کریب عن اسامۃ بن زید انہ سمعہ یقول دفع رسول

اللہ صلعم من عرفۃ فنزل الشعب فبال ثم توضاء فلم یسبغ الوضوء فقلت

لہ الصلوۃ فقال الصلوۃ امامك فجاء المزدلفہ فتوضاء فاسبغ ثم اقمت

الصلوۃ فصلی المغرب ثم اناخ کل انسان بعیرہ فی منزلہ ثم اقمت الصلوۃ

فصلی ولم یصل بینھما یعنی بہ تحقیق کہ کریب نے اسامہ کو کہتے ہوے سنا کہ آپ پیغمبر خدا

صلعم عرفہ سے پس اوترے شتر سے شعب مین اور بول کیا اور بعد اوسکے وضو کیا

اور اسباغ نہین کیا یعنی احتیاط نکی کہ تمام مستحبات اور سنن وضو ادا ہون پس کہا

مینے کہ نماز پڑھنا چاہتے ہین آپ تو فرمایا کہ نماز آگے تیرے ہی (یعنی مزدلفہ مین) پھر

مزدلفہ مین اور وضو کیا اور تکمیل فرمائی وضو کی بعد اوسکے اقامت کہی گئی نماز کی پھر ادا کی نماز
مغرب بعد اوسکے سب لوگون نے اپنے موضع نزول مین اپنے اپنے شترون کو بٹھایا اسکے بعد
پھر اقامت کہی گئی نماز کی اور نماز عشا پڑھی اور درمیان ان دونو نمازون کے اور کوئی نماز
نفلی نہ پڑھی۔ پھر اس باب کے بعد باب ملحقہ صحیح بخاری مین یہ حدیث درج ہی بطریق
آدم عن ابن عمر قال جمع النبی صلعم بین المغرب والعشا بجمع کل واحدۃ منہما
باقامۃ ولم یسبح بینہما ولا علی اثر کل واحد منہما یعنی کہا ابن عمر نے کہ جمع کیا
پیغمبر خدا صلعم نے نماز مغرب اور عشا کو مزدلفہ مین ہر ایک کو ساتھ اقامت کے اور نہ درمیان
مین اون دونون کے اور نہ پیچھے کیسیکے اون دونون مین سے کوئی نماز نفل پڑھی لم یسبح
کا ترجمہ شیخ الاسلام شارح صحیح بخاری نے یہ ہی لکھا ہی (کہ نماز نفل نہین پڑھی) اور اسی نام سے
اس باب کو موسوم کیا ہی اور بطریق خالد بن مخلد اسی باب مین ابو ایوب انصاری رضی اللہ
عنہ سے مروی ہی ان رسول اللہ صلعم جمع فی حجۃ الوداع المغرب والعشا بالمزدلفہ
یعنی روایت کی ہی ابو ایوب انصاری سے کہ کہا اونھون نے کہ رسول خدا صلعم نے نماز
مغرب اور عشا دونو کو مزدلفہ مین جمع کیا۔ اور اسیطرح ایک باب جداگانہ صحیح بخاری مین
دربارہ جمع کرنے نماز ظہر اور عصر کے ہی عرفہ مین اس عنوان سے باب الجمع بین الصلوتین
بعرفہ اور اس باب مین روایت کی ہی سالم سے کہ عبد اللہ بن عمر نے کہا کہ طریقہ سنت
یہ ہی کہ عین بوقت زوال اور شدت گرمی کے نماز پڑھے اور ظہر اور عصر کو ملا کر پڑھنا طریقہ مسنون
ہی اس روایت سے ثابت ہوا کہ عین وقت زوال بعد ادا کرنے نماز ظہر کے عصر کی نماز پڑھنا

جائز ہی اور وقت ان دونو نمازون کا ایک ہی کیونکہ رسول خدا صلعم عصر کو قبل از وقت یا مغرب کو
بعد فوت وقت ہرگز نہ پڑھتے اسلیے کہ کوئی نماز قبل از وقت ادا نہین ہو سکتی نہ بعد فوت
ہو جانے وقت کے داخل ادا ہو سکتی ہی اور دیگر اوقات مین یعنی علاوہ حجۃ الوداع کے جو
رسول خدا صلعم نے ظہر اور عصر اور مغرب و عشا کو جمع کیا ہی اوسکی روایات ہم پیشتر لکھ چکے ہین
اس سے ثابت ہوا کہ شیعون کا دو نمازون کو ملا کر پڑھنا نہ معیوب ہی نہ قابل اعتراض بلکہ ایسا
عمل ہی کہ جسکو رسول خدا نے بارہا کیا ہی اسلیے جو شخص شیعون پر معترض ہوتا ہی وہ گویا رسول خدا صلعم پر اعتراض کرتا

رکن سوم قیام فی الصلوٰۃ کے بیان مین جس سے یہ مطلب ہی کہ نماز
مین بحالت قیام ہاتھ باندھ کر کھڑا ہونا چاہیے یا ہاتھ کھول کر - واضح ہو کہ ارکان نماز چار ہین
قیام - قعود - رکوع - سجود - قیام کے معنی کھڑے ہونیکے ہین بلا تشریح اس امر کے کہ ناف پر
ہاتھ باندھکر کھڑا ہو یا سینہ پر یا پس پشت مشکین باندھکر غرض کہ نماز مین فرض صرف کھڑا
ہو کر قرات قرآن کرنا ہی اور اسیطرح سیدھے سادھے طور پر کھڑے ہو کر رسول خدا صلعم اور
صحابہ نے نماز پڑھی ہی ناف پر ہاتھ باندھنا یا سینہ پر ہاتھ رکھنا ایجاد متاخرین ہی اور اونکا
اجتہاد اسطرف گیا ہی کہ خداوند تعالی احکم الحاکمین ہی اوسکے روبرو نہایت عاجزی اور فروتنی
سے کھڑا ہونا چاہیے حالانکہ عاجزی اور فروتنی دل سے متعلق ہی نہ کہ پیٹ پر ہاتھ رکھنے سے
اسلیے نہ خداوند تعالی نے قرآن شریف مین فرمایا ہی کہ نماز مین ہاتھ باندھکر کھڑے ہوا کرو
نہ رسول خدا صلعم نے خود ہاتھ باندھے ہین نہ دوسرون کو ایسا حکم دیا - آثار سلف جسقدر
کتب معتبرہ اہل سنت مین ہاتھ باندھنے کے بابت وارد ہین وہ نہایت درجہ مختلف

اور ناقابل اعتبار ہین خود اکابر علماے اہلسنت نے اعتراف کیا ہی کہ اسکے برابر کسی
معاملہ مین اختلاف وضعف روایات واقع نہین ہوا ہی۔ باوجودیکہ معاملہ نماز ایسا مشہور
معاملہ ہی کہ لوگون نے رسول خدا صلعم کو روزانہ پانچ مرتبہ تو ضرور ہی نماز پڑھتے ہوے دیکھا
ہوگا لیکن اسپر ایک بھی حدیث ہاتھ باندھنے کے بابت صحیح ثابت نہوئی اور اہلسنت کے
تین امام آمین مختلف الآرا ہوگئے معلوم ہووے کہ اہلسنت والجماعت کے چار پیشوا
ہین۔ اول امام ابوحنیفہ دوم امام شافعی سوم امام احمد بن حنبل چہارم امام مالک
ان مین سے امام ابوحنیفہ نماز مین بحالت قیام ناف پر ہاتھ باندھنا جائز رکھتے ہین
اور امام شافعی سینہ پر اور امام احمد بن حنبل ایک روایت سے مثل ابوحنیفہ اور ایک
روایت سے مثل شافعی حکم دیتے ہین یعنی مذبذب بین ذلک ہین۔ امام مالک شیعون
کیطرح قطعی ہاتھ کھولکر نماز مین کھڑے ہونیکا حکم دیتے ہین۔ ازانجا کہ خداوند تعالیٰ نے
قرآن مجید مین فقط نماز مین قیام کا حکم دیا ہی اور کچھہ تخصیص ہاتھ باندھنے کی نہین فرمائی
اور آثار سلف کا اختلاف ایسا کہ چارون امام اہلسنت باہم مختلف تو ثابت ہوا کہ فقط
اجتہاد ائمہ پر عمل کیا جاتا ہی اور چونکہ ہاتھ باندھنے سے عاجزی اور فروتنی کا اظہار
مقصود ہی تو بہ نسبت ناف اور سینہ پر ہاتھ باندھنے کے اگر اپنی مشکین باندھکر
انسان نماز پڑھا کرے تو زیادہ عاجزی وفروتنی ہوتی اور پھر تعجب یہ ہی کہ وہ فروتنی اور
عاجزی فقط قیام کی حالت مین ہی منحصر رہتی ہی قعود اور رکوع وسجود مین بالکل مفقود
ہوتی ہی اسکے کیا معنی کہ نماز کے ایک جزو مین فروتنی ہو اور دیگر اجزا وارکان مین سرکشی

کیجاوے۔ اب یہ امر تو متحقق ہی کہ نماز مین فرض قیام ہی بلا خصوصیت کسی وضع کے اور
مجتہدین اہلسنت نے حسب آثار سلف پر اعتبار کر کے ایک جدا طریق اپنا قیام کے بابت
پیدا کیا ہی اوسکی مفصل کیفیت لکھی جاتی ہی شیخ الاسلام شرح صحیح بخاری کی کتاب الاذان
مین مرقوم ہی کہ امام مالک نے تو ارسال کا حکم دیا یعنی ہاتھ کھولکر نماز پڑھنے کا۔ اور ابو حنیفہ
زیر ناف ہاتھ باندھنے کا حکم کرتے ہین اور شافعی سینہ پر ہاتھ رکھنے کا اور احمد بن حنبل
مشترک ہین شافعی اور ابو حنیفہ مین۔ اور یہ بھی درج ہی کہ امام ابو حنیفہ کو حجت حدیث سہل
بن سعد پر ہی یعنی اس حدیث کی رو سے امام ابو حنیفہ ناف پر ہاتھ باندھنے کا حکم دیتے
ہین اور یہ حدیث صحیح بخاری کی کتاب الاذان کے باب وضع الیمنی علی الیسرے فی الصلوٰۃ
مین اسطرح مروی ہی حدثنا عبد اللہ بن مسلمۃ عن مالک عن ابی حازم عن
سہل بن سعد قال کان الناس یؤمرون ان یضع الرجل الید الیمنی علی
ذراعہ الیسرے فی الصلوٰۃ یعنی سہل بن سعد نے کہا ہی کہ آدمی حکم دئے جاتے تھے
کہ وہ اپنا دست راست بازوئے چپ پر نماز مین رکھے۔ اب اس حدیث کی سند کی نسبت
صحیح بخاری مین ہی قال ابو حازم لا اعلمہ الا ینمی ذالک الی النبی صلعم یعنی کہا
ابو حازم نے (جو راوی اول ہی اس حدیث کا سہل بن سعد سے) کہ مین اوسکو نہین
جانتا مگر یہ کہ وہ نسبت کرتا تھا اس حدیث کو طرف رسول خدا صلعم کے یعنی خود راوی
صاحب کو بھی معلوم نہین کہ کہنے والا اس حدیث کا کون شخص تھا۔ اسمعیل بن ابی
اویس نے ینمی ذالک بصیغہ مجہول بیان کیا ہی۔ یعنی ابو حازم نے یہ کہا کہ مین اس

عاجزی اور فروتنی کا اظہار ہے پھر ہاتھ جوڑ کر کیون نہین کھڑے ہوا کرتے اور اگر ایسے ہی یاد ہ
اپنی عاجزی کا اظہار منظور ہووے تو اپنی مشکین باندھکر کھڑا ہونا چاہیے لیکن بحث یہ ہے کہ ہم لوگون کو
دینیات مین اپنی راے کا داخل کرنا جائز نہین ہے جو طریقہ جناب سرور کائنات نے ہمارے
لیے مقرر کردیا ہے اوسکی پابندی ہمپر واجب ہے اپنی طرف سے دینیات مین جدید امر اختراع کرنا
سخت ممنوع ہے جیساکہ فرمایا ہو شارع علیہ السّلام نے کل بدعت ضلالۃ بعض لوگون
نے بدعت کو دو قسم سمجھا ہے بدعت سیئہ اور بدعت حسنہ اور کچھہ بعید نہین ہے کہ براہ غلط فہمی اس
بدعت کو بدعت حسنہ سمجھکر اپنے دل کو تسلی دین لیکن درصل کوئی بدعت نیک نہین ہے اور بموجب
حدیث متذکرہ صدر ہر قسم کی بدعت گمراہی مین ڈالنے والی ہے فاعتبروا یا اولی الابصار

رکن چہارم درباب قرات بعد تکبیر تحریمہ جس سے یہ مراد ہے کہ بعد تکبیر تحریمہ کے

شروع قرأت سورۂ الحمد سے ہونی چاہیے یا بحسب طریق اہلسنت والجماعت دعا سبحانک
اللّٰھم بحمدک الخ پڑھی جاوے یعنی اسبارے مین طریقہ مسنون کیا ہے واضح ہو کہ مذہب شافعیہ
مین نماز فرض اور نفل مین مستحب ہے کہ بعد تکبیر تحریمہ و قبل از قرأت قرآن دعا انی وجہت وجہی
للذی فطر السمٰوات والارض اور دعاے سبحانک اللّٰھم الخ پڑھین اور حنفیہ و احمد
کے مذہب مین فقط دعاے سبحانک اللّٰھم الخ پر اقتصار کیا گیا ہے۔ کذا فی شیخ الاسلام۔ اور
مذہب شیعہ امامیہ اثنا عشریہ مین مختار ہے کہ افتتاح نماز دعا سے کرے یا بعد تکبیر تحریمہ کے
شروع قرأت سورۂ الحمد سے کیجائے۔ اب ہم تحقیق اس امر کی کرتے ہین کہ آیا بروے احادیث
صحیحہ مرویہ اہلسنت والجماعت رسول اللہ صلعم کا طریق عمل اسبارہ مین کیا ثابت ہوتا ہے

آیا آپ شیعوں کے طرح افتتاح نماز و شروع قرارت سورۂ الحمد سے بھی کرتے تھے یا اہلسنت والجماعت کے طریق پر بالضرور ادعیہ متذکرہ صدر سے افتتاح صلوٰۃ و شروع قرارت فرماتے تھے چنانچہ صحیح بخاری کے ملاحظہ سے صاف ثابت ہی کہ آنحضرت صلعم اکثر شروع قرارت اور افتتاح نماز سورۂ الحمد سے بھی کیا کرتے تھے اور اسیطرح دوسرونکو حکم دیتے تھے جیسا کہ صحیح بخاری کتاب الاذان کے کتاب ما یقرء بعد التکبیر مین مروی ہی حدثنا حفص بن عمر قال حدثنا شعبہ عن قتادہ عن انس ان النّبی صلعم و ابابکر و عمر کانوا یفتحون الصّلوٰۃ بالحمد للہ رب العالمین یعنی حفص بن عمر نے روایت کی شعبہ سے اور اونے قتادہ سے اور اونے انس ابن مالک سے کہ بہ تحقیق نبی صلعم اور ابوبکر و عمر افتتاح نماز کرتے تھے الحمد للہ رب العالمین سے مراد اس جگہ افتتاح نماز سے شروع قرارت ہی بعد تکبیر کے ورنہ افتتاح نماز تکبیر سے ہوتا ہی اور موید اسیکی حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا ہی کہ استخراج کیا ہی اوسکو مسلم نے اپنی صحیح مین کہ آنحضرت صلعم افتتاح نماز تکبیر سے کیا کرتے تھے اور افتتاح قرارت الحمد للہ رب العالمین سے۔ اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ اس حدیث مین الحمد سے پہلے بسم اللہ کا ذکر نہین ہی تو اوسکا جواب یہ ہی کہ بسم اللہ الرحمن الرحیم جزو ہی سورۂ الحمد کا جیسا کہ استدلال کیا ہی امام شافعی نے اسی حدیث مین کہ الحمد للہ رب العالمین سے مراد سورہ الحمد ہی اور وہ شروع ہوتی ہی اپنی پہلی آیت بسم اللہ الرحمن الرحیم سے اور ختم ہوتی ہی ولا الضّالین پر اور امام مالک کے نزدیک بسملہ ہر سورہ کے شروع مین نازل ہوئی ہی اسلیئے پڑھنا بسملہ کا ہر سورہ

شروع پر واجب ہی تنبیہ حدیث مندرجہ بالا کے مضمون سے صاف مترشح ہوتا ہے کہ انس بن مالک نے یہ حدیث ایسے زمانہ مین بیان کی ہی کہ لوگون نے بعد تکبیر اور قبل الحمد دعا کا پڑھنا ایسا ضرور خیال کر لیا تھا کہ بغیر دعا کے نماز نہین ہو سکتی کیونکہ جناب پیغمبر خدا صلعم کے ساتھ جو طریق عمل شیخین کا بیان کیا ہی اوس سے یہی مطلب ہی کہ زمانہ جناب رسول خدا صلعم اور زمانہ خلافت حضرت ابوبکر و حضرت عمر مین بعد تکبیر تحریمہ شروع قرات الحمد سے بھی ہوتی تھی اور چندان قید دعا کی نہ تھی اور حضرت عثمان کی خلافت مین دعا لازمی ہوئی ہو - اور یہ بات کچھ بعید از قیاس نہین ہی کیونکہ اکثر معاملات مین تغیر و تبدل خاص حضرت عثمان کے ہی زمانہ مین ہوا ہی اور پھر معاویہ اور مروان اور اوسکی اولاد کی خلافت کے ایام مین حکماً اون امور کی پابندی کرائی گئی جنکو حضرت عثمان یا حضرت معاویہ و حضرت مروان نے مجدداً بر خلاف طریقہ رسول خدا و شیخین کے جاری کیا تھا - اور مین یقین کرتا ہون کہ ہاتھ باندھکر نماز پڑھنا بھی انھین بزرگوار و نکے اختراعات سے جاری ہوا ہی - اگرچہ عبدالرحمن بن عوف نے بوقت شوری حضرت عثمان سے اسبات کا عہد لیا تھا کہ وہ جملہ امور مین تقلید شیخین کی کرتے رہین گے لیکن کتب احادیث و سیر کے دیکھنے سے پایا جاتا ہی کہ انکے زمانہ خلافت مین کھلم کھلا مخالفت افعال رسول اللہ صلعم اور حضرات شیخین کی کیگئی جیسا کہ حکم اور مروان کو رسولخدا صلعم نے پردیس نکال دیا اور حضرات شیخین نے اوس حکم کا اتباع کیا مگر حضرت عثمان نے نبی صلعم کے حکم کو منسوخ کر کے اپنے پاس بلا لیا اور صاحب جاہ و حشمت کر دیا۔ ثعلبہ بن حاطب سے خلاف حکم خدا و رسول و خلاف طریقہ شیخین زکوٰۃ لیلی سیاق قرآن شریف مرتبہ و مجریہ خلافت شیخین کو مطلقاً تلف

کر کے اپنی ترتیب کو جاری کیا اور بہت سے امور ہین کہ یہ رسالہ گنجائش اونکی نہین رکھتا
باعث ترویج بدعات زمانہ خلافت حضرت عثمان کا یہ ہی کہ زمانہ خلافت بنی آمیہ مین خدا
ورسول کا حکم ٹل جاتا تھا مگر یہ مجال کسیکی نہ تھی کہ حضرت عثمان کے حکم کو ٹال دے مین
اسبارہ خاص مین ایک مجلد کتاب لکھہ سکتا ہون لیکن اس رسالہ مین ایسے امور کا
ذکر کرنا بالکل بے محل ہی اس موقع پر فقط ایک روایت پر اکتفا کرتا ہون کہ اتفاق سے
تیسیر القاری شرح صحیح بخاری ہین اسوجہ سے میری نظر سے گذری کہ اوسکے حاشیہ پر
جو شرح ثانی مسمیٰ بہ تشنیع الاسلام لکھی ہوئی ہی اوسکی کتاب الاذان اور اسکی کتاب الحج
ایک ہی اوراق مین ہین۔ تیسیر القاری کی کتاب الحج باب الصلوٰۃ بمنی مین مروی ہی
عن عبداللّٰہ بن مسعود قال صلیت مع النبی صلعم رکعتین ومع ابی بکر رکعتین ومع عمر رکعتین
ثم تفرقت بکم الطریق فیالیت حظی من اربع رکعتان متقبلتان یعنی بطریق قبیصہ ابن
مسعود سے مروی ہی کہ کہا ابن مسعود نے کہ نماز پڑھی ہمنے ساتھہ رسولخدا صلعم کے دو رکعتین اور
ساتھہ ابوبکر کے دو رکعت اور ساتھہ عمر کے دو رکعت بعد اسکے طریق مختلف ہو گیا اور کاش
کہ نصیب میرا ان چار رکعتوں مین سے جو عثمان نے پڑھین دو رکعت مقبول ہوتین۔ شارح کہتے ہین
یعنی کاش عثمان دو رکعت گذاردے چنانکہ آنحضرت و یاران اوگذاردہ اند۔ و درین اواظہار
کراہت فعل عثمان است از جہت مخالفت عمر آنہا را کہ مقتدا بودند۔ علاوہ حدیث متذکرہ اول
کے ایک اور حدیث جس سے بعد تکبیر قرأت قرآن کا حکم پایا گیا ہی صحیح بخاری کے باب وجوب
القرأت للامام والماموم مین مروی ہی حدثنا محمد بن بشار قال حدثنا یحییٰ القطان

حدیث کو نہین جانتا مگر منسوب کی گئی ہو طرف رسول خدا صلعم کے یہ حدیث اول تو خود
مشتبہ ہی اور اصل راوی مجہول ہو طریق عبد اللہ بن مسلمہ سے اور بطریق اسمعیل بن
اویس خود روایت ہی مجہول ہے۔ اور مضمون روایت ایسا مہمل اور مبہم ہی کہ یہ بھی راوی کو
معلوم نہین کہ اسطرح پر ہاتھ رکھنے کا حکم آدمیون کو کس نے دیا۔ اسپر طرہ یہ ہی کہ یہ بھی نہ کھلا
کہ سینہ پر اسطرح ہاتھ رکھے یا شکم پر یا تحت سرہ یا پشت پر۔ اب فقط اجتہاد اور رائے ائمہ
اربعہ کی باقی رہی جیسا کہ لکھا ہی شیخ الاسلام شرح صحیح بخاری مین (و نہادن دست بر دست
متفق علیہ است میان ائمہ الا امام مالک کہ نزد وے ارسال است یا جواز وضع۔ ولیکن نزد
امام ابو حنیفہ و بروایتے از امام احمد بن حنبل در زیر ناف نہند و نزد امام شافعی برابر سینہ
و بروایتے از احمد مخیر است خواہ زیر ناف نہند یا برابر سینہ) اب ہاتھ باندھنے والے اہلسنت
کے ائمہ مین تین امام رہے ڈیڑھ امام زیر ناف باندھنے کا حکم دیتے ہین اور ڈیڑھ امام سینہ پر
بمعنی یک و نیم ۱۱ امام ۱۲
یعنی امام احمد بن حنبل مشترک ہین رائے امام ابو حنیفہ اور شافعی ہین۔ استدلال امام ابو حنیفہ
اور اونکے صاحبین کی حدیث ابو حازم ہر تو اوپر مذکور ہو چکی اب امام شافعی کی حجت
کو ملاحظہ فرمایا جاوے کہ شیخ الاسلام مین مذکور ہی (و حجت شافعی حدیث وائل بن حجر
است کہ گفت نماز گزاردم با رسول خدا صلعم پس نہاد دست راست را بر دست چپ
بر سینہ خود۔ اور ایسی ہی ایک روایت ترمذی نے قبیصہ بن ہلب سے کی ہی کہ قبیصہ نے
اپنے باپ ہلب سے روایت کی ہی کہ اونسے دیکھا رسول اللہ صلعم کو کہ رکھتے تھے اپنے
ہاتھ کو اپنے سینہ پر۔ شیخ الاسلام مین مندرج ہی کہ (وائل یعنی راوی حدیث مستدلہ امام

شافعی اور ہلب یعنی راوی ترمذی کہ برسولی آمدہ بودند نزد آنحضرت امتداد صحبت و قربت

ایشان در نماز ثابت نمی شود - و چون ذکر کردہ شد نزد ابراہیم نخعی حدیث وائل در برداشتن

دستہا نزد رکوع گفت ابراہیم اعرابی کہ نگذارد یکبار رسول خدا نماز بر امگر ہمان روز آیا وی

اعلم باشد - و ترمذی باوجود روایت قبیصہ گفتہ امر درین باب واسع است نزد علما پس یہ

امر تو بخوبی ثابت ہو چکا کہ وائل اور ہلب دونو اعرابی تھے اور علما کو اونکے قول و فعل کا

اعتبار نہیں نہ وہ کبھی خدمت رسول خدا مین رہے ایک مرتبہ قاصد ہو کر آئے تھے اور

اوس روز کے سوائے کبھی اونھون نے رسول خدا صلعم کے ساتھ نماز نہیں پڑھی -

ترمذی کو خود اپنی روایت پر وثوق نہ رہا اس سے معلوم ہوا کہ یہ ہر دو روایات قابل اعتبار

نہیں ہین - بلکہ بڑے بڑے اکابر علماے اہلسنت کا یہ اعتراف ہی کہ نماز مین ہاتھ باندھنے

کی کوئی حدیث بھی ثابت نہیں ہوئی چنانچہ شیخ ابن الہمام کا اسطرح منقول ہی - (و شیخ ابن الہمام

گوید کہ حدیث در ہیچ یکے ازان بخصوص ثابت نشدہ پس حوالہ کردہ شود برانچہ معہود و معتاد است

نہادن آن حال قصد تعظیم در قیام و آن تحت سرہ است) ہمکو کمال تعجب اس امر کا ہی

کہ اس بارہ مین ایک بھی حدیث اون اصحاب رسول خدا سے مروی نہیں ہے جو ہمیشہ

رسول خدا کی خدمت مین حاضر رہکر ہر روز آپ کو نماز پڑھتے ہوے دیکھا کرتے تھے اگر رسولخدا

صلعم نماز مین ہاتھ باندھا کرتے تو ضرور تھا کہ بہت سی روایات صحابہ سے بہم پہونچتین

نہ ہونا کسی روایت کا آپکے صحابہ سے دلیل کامل اسبات کی ہی کہ زمانہ رسول خدا مین

اسکا مطلق وجود نہ تھا - اور کچھ بعید نہیں ہی کہ زمانہ خلافت بنی مروان مین ایسا رواج

ہوگیا ہو اور کسی خلیفہ نے حکماً اسکا اجرا کیا ہو اور مثل دیگر مسائل و رسومات کے یہ بھی عوام
مین جاری ہوگئی جیسا کہ روایت ابو حازم عن سہل بن سعد سے مترشح ہوتا ہی کہ ضرور
آدمی کسی خلیفہ کے حکم سے مامور کیے گئے تھے کہ وہ ہاتھ باندھکر نماز پڑھا کرین چنانچہ
خود مضمون روایت مین حوالہ حکم رسول خدا کا نہین ہی اور زمانہ مابعد مین حکم دینے والے خلیفہ کا
نام مصلحتاً نکال دیا گیا ہی اور جو لوگ مرض تعصب مین مبتلا ہو کر اپنے مسائل کی تائید مین
موضوعی احادیث بنانیکے عادی ہوگئے تھے اونھون نے بھی بعض احادیث اسبارہ
مین وضع کین اور اون لوگون کا یہ دستور تھا کہ اگر کسی امامیہ مذہب والے سے مثلاً اونکا
مناظرہ ہی تو وہ اپنی موضوعی حدیث کو حضرت علی مرتضی علیہ السلام سے منسوب کر کے
بیان کرینگے تاکہ مخالف کو گنجائش نہ ملی ایسا ہی اسبارے مین ایک حدیث وضع
ہوئی کہ ابو داؤد اور احمد و دارقطنی و بیہقی نے اوسکو روایت کیا اور حضرت علی مرتضی سے
منسوب کی گئی من السنۃ فی الصلوٰۃ وضع الاکف تحت السرہ لیکن محدثین نقاد
نے اس حدیث کو درجۂ اعتبار سے خود گرا دیا شیخ الاسلام مین ہی و نووی گفتہ کہ اتفاق
کردہ اند بر تضعیف این حدیث۔ اب صاف ظاہر ہوگیا کہ قیام نماز مین ہاتھ باندھنا نہ
فرض ہی نہ سنت رسول اللہ صلعم کی کیونکہ جسقدر احادیث اسبارہ مین بیان کی گئی
ہین کوئی اون مین سے صحیح ثابت نہین ہوئی بلکہ سب موضوعی اور مشتبہ اور نامعتبر
ہین پس رہا طریق عمل امت کا اور وہ دو طرح پر ہی ایک ہاتھ کھولکر نماز مین کھڑا ہونا۔
دوسرے ہاتھ باندھنا اور چونکہ نماز مین محض قیام واجب ہی اور قیام کہتے ہین سیدھا

کھڑا ہونیکو ہاتھہ کھولکر۔ پس یہ طریقہ جو لوگ استعمال مین لاتے ہین وہ اپنے فرض سے ادا
ہوجاتے ہین۔ اور جن لوگون نے اپنی راے سے خواہ بقصد تعظیم یا بہ وباغت حکام
وقت یا کسی اور غرض سے بحالت قیام نماز ہاتھہ باندھے خواہ سینہ پر یا زیر ناف اہو جہ
سے بدعت ہی کہ کوئی حدیث اسبارے مین رسول خدا صلعم سے ثابت نہین ہوئی
اور ایک طور پر تو بدعت سے بھی اسکا درجہ بڑھا ہوا ہی یعنی صریحاً مخالفت ہی فعل
رسول اللہ صلعم کے۔ اگر کوئی شخص یون سمجھے کہ ہاتھہ باندھنا فعل تعظیم ہی اسلیے قیام
نماز مین ہاتھہ باندھنا اولی ہی تو یہ اوسکی غلطی ہی کیونکہ جسس فعل کو دینیات مین رسولخدا صلعم
نے نہین کیا یا اوسکا حکم نہین دیا ہی اور اونکے بعد کسینے اپنی راے سے نکال لیا ہی کیسا ہی
بظاہر مستحسن معلوم ہو لیکن وہ بدعت ہی اور ہر بدعت ضلالت و گمراہی مین ڈالنے والی ہی۔
اگر اہلسنت والجماعت ہاتھہ کھولکر نماز پڑھنے پر طعن کرتے ہین تو وہ اپنے عقیدہ کے بموجب
سخت گنہگار ہوتے ہین کیونکہ اونکے ائمہ اربعہ مین سے ایک امام مالک نے ہاتھہ کھولکر نماز پڑھنا جائز
قرار دیا ہی اور حرمین شریفین مین اونکا مصلے موجود ہی جسپر ہاتھہ کھولکر نماز پڑھی جاتی ہی اور بموجب
عقائد اہلسنت والجماعت کے امام مالک کا مذہب برحق ہی پس اگر وہ معترض حرمین شریفین
مین پایا جاوے تو ضرور اوسکو تعذیر دیجاویگی۔ ہان سینہ یا ناف پر ہاتھہ باندھنے والون پر اگر
کوئی معترض ہو تو بیجا نہین ہی کیونکہ نہ خدا نے اسطرح حکم دیا ہی نہ رسولخدا نے کیا ہی نہ کہا ہی اسلیے
بدعت پر معترض ہونا بیجا نہین اور ہاتھہ باندھنے والونکو بجز اسکے اور کچھہ جواب نہین کہ ہم بقصد
تعظیم ایسا کرتے ہین ہم کہتے ہین کہ بہ نسبت اسکے دونو ہاتھونکو جوڑکر کھڑا ہونا زیادہ تر تعظیم اور

عن عبد اللہ عمر قال حدثنا سعید بن ابی سعید عن ابیہ عن ابی ھریرۃ ان رسول اللہ
صلعم دخل المسجد فدخل رجل فصلے وسلم علی النبی صلعم فرد وقال ارجع فصل فانک
لم تصل فرجع فصلے کما صلے ثم جاء فسلم علی النبی صلعم فقال ارجع فصل فانک
لم تصل ثلثا فقال والذی بعثک بالحق ما احسن غیرہ فعلمنی فقال اذا قمت
الی الصلوٰۃ فکبر ثم اقراء ما تیسر معک من القران ثم ارکع حتی تطمئن راکعا
ثم ارفع حتی تعتدل قائما ثم اسجد حتی تطمئن ساجدا ثم ارفع حتی تطمئن
جالسا وافعل ذلک فی الصلوٰۃ کلھا یعنی روایت ہو ابو ہریرہ سے کہ رسول اللہ صلعم
داخل ہوئے مسجد مین کہ ایک آدمی آیا اور اوسنے نماز پڑھی اور حضرت کو سلام کیا حضرت نے
جواب سلام کا دیکر فرمایا کہ پھر لوٹ جا اور نماز پڑھ کہ تو نے نماز نہین پڑھی ہر پس وہ شخص
لوٹ آیا اور پھر اوسیطرح نماز پڑھی جیسے کہ پہلے پڑھی تھی اور نماز پڑھکر پھر حضرت کے پاس آیا
اور سلام کیا پھر حضرت نے فرمایا کہ لوٹ جا اور پھر نماز پڑھ کہ تو نے نماز نہین پڑھی اور تین مرتبہ
اسیطرح فرمایا پھر تیسری بار وہ شخص بولا کہ یا حضرت مجھے قسم ہی اوسکی کہ جسنے تمکو براستی مبعوث
کیا ہی کہ مجھے اس سے بہتر نماز پڑھنی نہین آتی آپ مجھے تعلیم فرما دیجیے تب حضرت نے فرمایا کہ جسوقت
تو نماز کو کھڑا ہو تو اول تکبیر کہہ بعد اوسکے جو کچھ کہ قرآن مین سے تجھے یاد ہو وہ پڑھ (یعنی الحمد اور جو
اور کوئی سورت یاد ہو) بعد اسکے رکوع کر یہانتک کہ رکوع مین اطمینان ہو پھر سر اوٹھا یہانتک
کہ اعتدال کے ساتھ کھڑا ہو پھر سجدہ کر یہانتک کہ سجدہ مین اطمینان حاصل ہو پھر سر اوٹھا
اور اطمینان کے ساتھ جلسہ کر اور اسیطرح ساری رکعتین نماز کی پوری کر تنبیہ نسبت

رکعتین آخریین اور حکم ہی جیسا کہ شیخ الاسلام مین ہی کہ رکعت آخریین مین مختار ہی کہ سورۂ
فاتحہ پڑھے یا تسبیح پڑھے بموجب روایت حضرت علی اور ابن مسعود اور عائشہ کے کہ کہا
اونھون نے - (کہ قراءت میکردند در اولیین ونمی خواندند در آخریین و در روایتے تسبیح میکردند در آخریین
و ہمچنین از ابراہیم نخعی و سفیان ثوری مرویست - اور شیخ الاسلام کے دوسرے باب یقرء فی
الاخریین بفاتحۃ الکتاب مین مرقوم ہی - واز ینجا وجوب فاتحہ در آخریین لازم نباید بدلیل
روایت ابن منذر از امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کہ گفت قراءت کن در اولین و تسبیح کن
در آخریین چونکہ شیعہ امامیہ رکعتین آخریین مین تسبیح پڑھتے ہین اسلیے متبع سنت ہین
پس جو شخص تسبیح پڑھنے والون پر معترض ہو وہ سنت نبوی پر معترض ہوتا ہی حدیث مذکرہ
سے یہ بھی مستنبط ہوتا ہی کہ اہلسنت جو بعد سجدتین بغیر جلسہ کھڑے ہو جاتے ہین یہ فعل اونکا
خلاف سنت ہی اور شیعہ جو سجدتین کے بعد باطمینان جلسہ کرکے اوٹھتے ہین وہ متبع سنت
ہین - اب ہم یہ تحقیق کرنا چاہتے ہین کہ حنفیون نے دعائے استفتاح نماز کہان سے نکالی ہی
چنانچہ معلوم ہوا کہ ماخذ انکا وہ حدیث ابی ہریرہ کی ہی جسکو بخاری نے روایت کیا ہی
کہ ابو ہریرہ کہتے ہین کہ رسول خدا صلعم بعد تکبیر وقبل شروع قراءت کچھ تھوڑی دیر تک
ساکت رہتے تھے - اسپر امام ابوحنیفہ اور احمد نے گمان کرلیا ہی کہ دعا کرتے تھے - مگر یہ وہی
نقل ہی کہ کسی شخص نے بھیگی ہوئی بلی کو دیکھ کر کہدیا تھا کہ بارش ہو رہی ہی ثبوت اس امر کا
کہ اسی حدیث کی بنا پر امام ابوحنیفہ نے دعائے استفتاح نماز کو مستحب قرار دیا ہی یہ ہی کہ شیخ الاسلام
شارح صحیح بخاری نے اس حدیث کی شرح مین یہ لکھا ہی - واین حدیث دلیل است بر خواندن

دعائے استفتاح بخلاف امام مالک کہ گویند مستحب نیست و لیکن امام ابوحنیفہ و احمد استفتاح در فرض ہم تسبیح و ثنا گویند انتہی

رکن پنجم رفع یدین کے بیان میں رفع یدین کے معنی بلند کرنا ہاتھوں کا ہی اور اصطلاح فقہ میں ہر وقت کہنے تکبیر کے دونون ہاتھوں کا بلند کرنا ہی۔ واضح ہو کہ اہلسنت و جماعت خصوصاً حنفی مذہب میں سوائے تکبیر تحریمہ کے دیگر تکبیرون کے وقت رفع یدین ناجائز ہی۔ اور صحاح اہلسنت سے قطعی طور پر ثابت ہوا ہی کہ جناب سرورکائنات علیہ افضل التسلیمات ہر تکبیر کہنے کیوقت رفع یدین کرتے تھے اب اہل انصاف غور کر سکتے ہین کہ ٹھیک طریقہ رسولخدا صلعم پر کون چلتا ہی اور سنت نبوی کا مخالف کون ہی۔ شیعہ امامیہ اثنا عشریہ بموجب طریقۂ رسولخدا صلعم سوائے تکبیر تحریمہ کے دیگر تکبیرون پر بھی رفع یدین کرتے ہین اور اہلسنت والجماعت اسکے خلاف کرتے ہین صحیح بخاری کی کتاب الاذان کے باب رفع الیدین فی تکبیر الاولی مین حدیث مسطورہ ذیل مرقوم ہی حدثنا عبد اللہ بن مسلمۃ عن مالک عن ابن شہاب عن سالم بن عبد اللہ عن ابیہ ان رسول اللہ صلعم کان یرفع یدیہ حذو منکبیہ اذا افتتح الصلوٰۃ واذا کبر للرکوع واذا رفع راسہ من الرکوع رفعہما کذلک ایضا وقال سمع اللہ لمن حمدہ ربنا ولک الحمد وکان لا یفعل ذالک فی السجود یعنی سالم بن عبد اللہ نے اپنے باپ سے روایت کی ہی کہ بہ تحقیق کہ رسول خدا صلعم دونون ہاتھ دوش کے برابر بلند کرتے تھے جبکہ نماز شروع کرتے تھے اور نیز جبکہ تکبیر واسطے رکوع کے کرتے تھے اور جبکہ سر رکوع سے اوٹھاتے تھے دونو ہاتھ اسیطرح بلند کرتے تھے اور کہتے تھے سمع اللہ لمن حمدہ ربنا ولک الحمد

(اور روایت ثانی مین ربناولک الحمد شامل نہین ہی) اور آنحضرت سجدون مین
ایسے نہین کیا کرتے تھے۔ شیخ الاسلام شرح صحیح بخاری مین اسی حدیث کی شرح مین
لکھا ہی کہ اکثر شافعیہ سجدون کیوقت بھی تکبیر پر رفع یدین کرتے ہین۔ اور اہلسنت
مین جو ایک فرقہ اہل حدیث کہلاتا ہی اور وہ فقہاء اربعہ مین سے کسیکی مقلد نہین ہین
وہ بھی ہر تکبیر پر رفع یدین کرتے ہین لیکن حنفی اسکو نہایت مکروہ سمجھتے ہین۔ اور
حقیر نے جہانتک غور کیا ہی سنت نبویکے مخالفت کرنیوالون مین درجہ اول پر امام
ابو حنیفہ پائے جاتے ہین اور اونکے بعد احمد بن حنبل ہین اور اسی طرح فقہاء اربعہ
مین اتباع سنت پر کوشش کرنیوالے اول درجہ پر امام مالک ثابت ہوتے ہین اور
اونکے بعد امام شافعی کا درجہ ہی دوسری حدیث صحیح بخاری باب رفع الیدین اذا
کبر واذا رکع واذا رفع مین بطریق محمد بن مقاتل عبد اللہ ابن عمر سے مروی ہی قال رایت
رسول اللہ صلعم اذا قام فی الصلوۃ رفع یدیہ حتی یکونا حذو منکبیہ وکان
یفعل ذلک حین یکبر للرکوع ویفعل ذلک اذا رفع راسہ من الرکوع ویقول
سمع اللہ لمن حمدہ ولا یفعل ذلک فی السجود یعنی کہا ہی عبد اللہ ابن عمر نے کہ دیکھا
مین نے رسول اللہ صلعم کو کہ جسوقت وہ نماز کو کھڑے ہوتے تو دونو ہاتھ مونڈھون کے برابر بلند
کرتے اور ایسے ہی کرتے تھے جبکہ رکوع کیواسطے تکبیر کرتے اور ایسا ہی جب کرتے کہ رکوع سے
سر اونچا کرتے اور کہتے سمع اللہ لمن حمدہ اور سجدہ مین ایسا نہین کرتے تھے و صحیح بخاری
باب ایضا بطریق اسحق الواسطی عن ابی قلابہ مروی ہی کہ انہ رای مالک بن الحویرث

اذا صلی کبر ورفع یدیہ واذا اراد ان یرکع رفع یدیہ واذا رفع راسہ عن الرکوع رفع یدیہ وحدث ان رسول اللہ صلعم صنع ھکذا یعنی ابی قلابہ نے مالک بن حویرث صحابی کو دیکھا کہ جب وہ نماز پڑھتے اور تکبیر کہتے تو رفع یدین کرتے اور جب رکوع کا ارادہ کرتے تب بھی رفع یدین کرتے اور بوقت سر اوٹھانے رکوع سے بھی رفع یدین کرتے اور حدیث کرتے کہ جناب رسولخدا صلعم بھی اسیطرح کیا کرتے تھے وایضا **باب رفع الیدین اذا قام من الرکعتین** حدثنا عیاش بن الولید قال حدثنا عبد الاعلی قال حدثنا عبید اللہ عمر سے عن نافع ان ابن عمر کان اذا دخل فی الصلوۃ کبر ورفع یدیہ واذا رکع رفع یدیہ واذا قال سمع اللہ لمن حمدہ رفع یدیہ واذا قام من الرکعتین رفع یدیہ۔ ورفع ذلک ابن عمر الی نبی اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم ورواہ ابن طھمان عن ایوب وموسے بن عقبہ مختصرا۔ ورواہ حماد بن سلمہ بن دینار عن ایوب عن نافع عن ابن عمر عن النبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم یعنی نافع سے مروی ہی کہ ابن عمر جب نماز شروع کرتے اور تکبیر کہتے تو رفع یدین کرتے اور جبکہ رکوع کرتے تب بھی رفع یدین کرتے اور جبکہ سمع اللہ لمن حمدہ کہتے تو بھی رفع یدین کرتے اور جبکہ دو رکعت پڑھکر کھڑے ہوتے تب بھی رفع یدین کرتے اور سند اس حدیث کی ابن عمر نے طرف جناب رسولخدا صلعم کے کی ہی اور ابن طھمان نے بھی اس حدیث کو ایوب سے اور موسے بن عقبہ سے مختصر طور پر روایت کی ہی۔ اور نیز حماد بن سلمہ بن دینار نے ایوب سے اور اونسے نافع سے اور اونسے ابن عمر سے اور ابن عمر نے رسولخدا صلعم سے روایت کی ہی

ہم رفع یدین کے بارہ مین جہانتک دیکھتے ہین صحاح اہلسنت مشاہیر صحابہ کی روایات سے
مالامال ہین اور نہایت اطمینان کے ساتھ ثابت ہوا ہی کہ جناب سرور کائنات صلعم ہمیشہ
تکبیرات پر رفع یدین کرتے تھے اور دوسرونکو اسکے کرنیکا حکم دیتے تھے اور ساتھ ہی اسکے
ہمکو نہایت درجہ تعجب اسبات کا ہی کہ ائمہ اربعہ اہلسنت مین سے خاصکر امام ابو حنیفہ نے کیون
ایسی مستند اور معتبر روایات مشاہیر صحابہ سے مخالفت اختیار کی اور ایسے اکثر امور کو کیون
اختیار کیا کہ جنکا مطلق وجود بھی مرویات مشاہیر صحابہ مین پایا نہین جاتا جیسے قیام نماز
مین ناف پر ہاتھ باندھنا کہ اسکا آثار سلف سے مطلق وجود پایا نہین گیا اسکو اونھون نے اختیار
کیا اور رفع یدین جسکا کرنا رسولخدا کی نسبت مشاہیر صحابہ کی کثیر روایات سے ثابت ہوا ہی ترک
کر دیا اسکی وجہ سوا اسکے اور کچھ نہین ہی کہ انکا زمانہ خلفاے مروانیہ کے زمانہ سے زیادہ ملحق تھا
اور جسقدر تغیرات دین مین واقع ہوئے ہین وہ سب بنی امیہ کے طفیل سے ہوے اور سلطنت انکی
چونکہ قریب ایکسو برس کے مسلسل و مستقل طور سے قائم رہی کسیکی مجال نتھی کہ اونکے رسمیات کو
ترک کرکے آثار سلف کی تفتیش کرے اور جبکہ اس سو برس کے عرصہ مین علما کی کئی پشتین
خلفاے بنی امیہ کی تقلید مین گذر گئین تو آخر کار تمامی تغیرات دینی ایسے سمجھے گئے کہ گویا
اسیطرح زمانہ رسولخدا سے ہوتے چلے آرہے ہین۔ لیکن جبکہ زمانہ سلطنت بنی عباس کا
آیا اور ہر امر کی سند و تحقیق و تفتیش شروع ہوئی کہ فلان امر عہد زمانہ رسولخدا کیا عمل در آمد
تھا اوسوقت سے بات کھلنے لگی لیکن چونکہ عمل در آمد زمانہ رسولخدا نہ تو قید کتابت مین تھا
نہ سوا اہلبیت پیغمبر صلعم کوئی خاندان ایسا تھا کہ اونمین تربیت بنی امیہ نے اثر نکیا ہو اور

عمل درآمد زمانہ رسولخدا اونکے سینہ بسینہ چلا آرہا ہو اسلیے بہت باتونمین غیر لوگونسے عمل درآمد
زمانہ رسولخدا معلوم نہوسکا اور چونکہ اہلبیت پیغمبر کیطرف اس زمانہ مین بھی بخوف خلفاے عباس
عوام لوگ رجوع نہوے اور اونسے مسائل دینی اخذ کرنیکی جرأت نپائی اسلیے بہت سے امور مروجہ زمانہ
بنی امیہ قائم رہگیے اور شافعی و ابو یوسف وغیرہ متاخرین کی کوششونکا کوئی نتیجہ کافی برآمد
نہوا۔ مگر تاہم بہ نسبت اجتہاد امام ابو حنیفہ کے انھون نے کسیقدر کامیابی حاصل کی اور
جون جون زمانہ بنی امیہ کو بعد ہوتا گیا زمانہ رسولخدا کے آثار منکشف ہوتے گئے کہ اسوقت
تقریباً ہر قسم کی روایات صحاح اہلسنت مین مندرج ہین گو اوسپر عموماً اہلسنت کا عمل نہین ہے
اور یہی وجہ ہے کہ شیعہ اپنے تمامی عقائد کا ثبوت احادیث مندرجہ صحاح اہلسنت سے دیسکتے ہین
اب اگرچہ اکثر مسائل دینی احادیث مندرجہ صحیحین سے خلاف اجتہاد امام ابو حنیفہ کے پائے
جاتے ہین اور صحیحین کے مرویات کی صحت اور سند مین عام اہلسنت کو کلام نہین لیکن
محض اسوجہ سے کہ جب ہم قدیم سے مقلد امام ابو حنیفہ کے ہین تو پھر اونکی تقلید کیسے چھوڑدین
اب تو بہشت مین جائین یا دوزخ مین جسکے نام پر ایکدفعہ بک چکے ہین اوسکی تقلید کیسے
چھوڑدین میرے نزدیک امام ابو حنیفہ اپنی مجبوریکو خوب جانتے تھے اور سمجھتے تھے کہ بنی امیہ کی
سلطنت کے اثر سے آثار زمانہ رسولخدا کا انکشاف کامل طور سے اس زمانہ مین نہین ہوسکا
اسلیے وہ اپنے شاگردونکو حکم دیگئے تھے کہ اگر میرے قول کے برخلاف اصلیت ثابت ہو تو میرے
قول کی پابندی نکرنا لیکن شاگردونکو اوستاد کی تقلید کا متروک ہونا پسند نہوا اسلیے امام
ابو حنیفہ کی اس وصیت نے کوئی بہتر نتیجہ پیدا نکیا کاش امام ابو حنیفہ اس وصیت کو تشریح

کے ساتھ کرتے تو اونکے اصحاب سے سرسری بات سمجھکر خاموش رہتے اور جو جو اعتراضات اونکی
کارروائیوں پر اونکے ہمعصر علماء نے کیے ہیں اسکی بھی نوبت نہ پہونچتی۔ صحیح بخاری میں بتیس مقامات
میں امام ابوحنیفہ پر طعن کیے گئے ہیں اسیطرح امام شافعی اور اونکے اتباع نے بہت دلیری
کے ساتھ انکے مطاعن کا اظہار کیا لیکن حنفیوں نے اوسوقت یہ عمدہ دنیاوی پالیسی اختیار کی
کہ اون مطاعن کو سنکر سکوت اختیار کیا۔ اگر ساکت نہوتے تو جواب شافی دے نہیں سکتے تھے [illegible]
مذہب سے دست بردار ہوجاتے لیکن اوسوقت کا سکوت کام کرگیا۔ فریق ثانی کیطرف سے مطاعن
میں یہانتک غلو کیا گیا کہ امام صاحب اور اونکے اتباع پر تکفیر کے فتوے دیئے گئے اور ادہر
حنفیوں کیجانب سے چاروں مذہب کے برحق ہونیکا اعلان کیا گیا جب مخالفوں نے اپنے فریق ثانی
کی یہ چاپلوسی دیکھی وہ بھی مطاعن سے باز رہے اور ادہر ابویوسف وغیرہ اصحاب امام ابوحنیفہ سلطنت
بنی عباس کے قاضی القضات مقرر ہوے اور یہ طریقہ عام جاری ہوگیا کہ کسی ملک و شہر اور قصبہ
میں قاضی اور مفتی اور امام اور موذن اور معلم سوا حنفی مذہب کے دوسرا مقرر نہو۔ اسوجہ سے
مذہب حنفی تمام ممالک اسلام میں پھیل گیا۔ کافی نظیر اس امر کی ملک مصر کی تبدیلی مذہب
ہی کہ بزمانہ سلاطین فاطمیہ تقریبًا تمام ملک مصر کا مذہب شیعہ تھا اور جب اہلسنت کی عملداری
ہوئی اور قاضی مفتی جس مذہب کے مقرر ہوے وہی مذہب ملک میں رائج ہوا یعنی کبھی سارا
ملک حنفی ہوگیا اور کبھی شافعی ہوگیا۔ ابتدائے زمانہ میں جو مذہب شیعہ کم شائع ہوا اور
دیگر مذاہب جو برخلاف اسکے تھے روز افزوں ترقی پاتے رہے اسکی یہی وجہ تو تھی
کہ قریب ایکسو سال تک ممالک اسلام میں بنی امیہ کا دخل رہا اور وہ دشمن خاندان رسول اللہ

کے تھے جسکا مذہب شیعہ ثابت ہوا اسیطرح طرح طرح کی سختیان پڑین حضرت قنبر اور حضرت
کمیل وغیرہ ایک جماعت کثیر زمانہ معاویہ سے لیکر آخری خلیفہ اموی تک اسی مذہب تشیع کی
بدولت شہید ہوئے بلکہ خلفائے اول مین حضرت ابوذر غفاری اور عمار بن یاسر پر تشدد ہوے اور بعد خلافت
بنی امیہ کے بنی عباس نے پانسو برس تک کوئی دقیقہ ظلم وستم کا شیعیان اہلبیت سے اوٹھا نہین رکھا
انکے بعد ترکونکی سلطنت مین بھی یہی حال رہا کہ شیعونکی جان کے دشمن رہے اور اسلئے شایع
کرنے مذہب اہلسنت وجماعت کے قاضی ومفتی نواصب مین سے چھانٹ کر مقرر ہوتے رہے
سادات انکو باشتباہ اس امر کے کہ انکا مذہب شیعہ ہو عہدۂ قضا نہین ملتا تھا۔ اکثر سادات نے بطمع
عہدۂ قضا اپنے آپکو شیخ ظاہر کیا اور اس حیلہ سے عہدۂ قضا حاصل کیا۔ اب اونکو پھر سید ہونا شوق
ہو گیا جیسے قصبۂ منگلور کے حضرات کہ اب غل مچا مچا کر کہہ رہے ہین کہ ہم سید ہین اور ہمارے بزرگون
نے بطمع عہدۂ قضا شیخ ہونا قبول کر لیا تھا اور سیادت کو چھپایا تھا اب ہمکو پھر سید کہو جبکہ شیعون سے
زمانہ ایسا ناسازگار رہا ہو پھر شیوع اور ترقی کی امید کسطرح ہو سکتی تھی ہان اس مذہب کا قائم رہنا
باوجود اس کثرت حوادث کے بیشک معجزہ اور خرق عادت ہے اور اس مذہب کے برحق ہونیکی بہت
بڑی دلیل ہے اگر کسی دوسرے مذہب پر باوصف اوسکے عروج ہو جانیکے بھی ایسے حوادث پڑتے جیسے
کہ مذہب شیعہ پر اسکے عین ایام حداثت سے پڑے ہین تو مین سچ کہتا ہون کہ وہ مذہب بیخ و بنیاد سے
اوکھڑ جاتا اور دنیا مین کوئی اوسکے نام سے بھی آگاہ نہوتا

رکن ششم قنوت نماز فریضہ کے بیان مین قنوت کے معنی دعا مانگنے کے ہین اور
اصطلاح فقہ مین قنوت سے وہ دعا مراد ہے کہ جو نماز کی دوسری رکعت مین بعد ختم قراءت قرآن قبل

از رکوع پڑھی جاتی ہے اہلسنت والجماعت نے مثل رفع یدین غیرہ اسکو بھی ترک کر دیا ہے۔ اور
شیعہ اوسکو فرض سمجھکر ادا کرتے ہین اور کوئی نماز ایسی نہین ہے کہ جسمین قنوت نہ پڑھتے ہون ۔
علاوہ اسکے کہ قرآن پاک مین قنوت پڑھنے کا صاف حکم کہ قوموا للہ قانتین موجود ہے صحاح اہلسنت
والجماعت سے یہ بھی ثابت ہے کہ ہمیشہ جناب سرور کائنات نے نماز مین قنوت پڑھا ہے اور آپکے
بعد صحابہ نے بھی ترک نہین کیا ہے لیکن حضرات اہلسنت والجماعت باوصف حکم خدا و رسول کے
اسکو ترک کرتے ہین اور شیعون پر ناحق معترض ہوتے ہین ہمارا مقصود اس موقع پر یہ ہے کہ
ہم اس امر کی تحقیق کرین کہ آیا احادیث مندرجہ کتب اہلسنت سے قنوتکا کچھ وجود پایا جاتا ہے
یا شیعون نے ہی بزعم جہال اسکو اختراع کر لیا ہے پس اگر احادیث صحیحہ اہلسنت سے یہ ثابت ہو جاوے
کہ رسولخدا صلعم بھی ہر نماز فرضیہ مین قنوت پڑھا کرتے تھے تو پھر کسیکو شیعون پر اعتراض کرنیکا
موقع نملیگا چنانچہ تحقیقات سے ثابت ہوا ہے کہ جناب سرورکائنات صلعم وقتیہ نماز فرضکے قنوت
مین ہر قسم کی مختلف دعائین پڑھا کرتے تھے جیسے کہ ضعفاء مسلمین کی مخلصی اور اشد امشرکین کے
حق مین بددعا مانگتے تھے اور بعد آنحضرت صلعم کے شیعہ فقط ادعیہ ماثورہ ہی قنوت مین پڑھتے
ہین مثل اللھم اغفر للمومنین والمومنات و اللھم اغفر لنا وارحمنا وعافنا الخ و اللھم صل
علی محمد و آل محمد اب جو ہم کتب معتبرہ صحیحین مین اس قنوت نماز فرضیہ کا باب ہی جدا ہے
جسکو باب قنوت وتر سے کچھ بھی تعلق نہین قنوت وتر کا باب جدا ہے اور دیگر نماز ہاے وقتیہ
کے قنوت کا باب جدا ہے چنانچہ صحیح بخاری مین قنوت وتر سے علیحدہ دیگر نماز فرضیہ
کے قنوت کا باب ہے اور اوسمین روایت ہے حدثنا معاذ بن فضالہ قال حدثنا ہشام

عن یحیی بن ابی کثیر عن ابی سلمہ بن عبد الرحمن عن ابی ھریرہ قال لاقربن صلوۃ النبی صلعم فکان ابو ھریرہ یقنت فی الرکعۃ الاخرہ من صلوۃ الظہر والعشاء وصلوۃ الصبح بعد ما یقول سمع اللہ لمن حمدہ فیدعو للمؤمنین ویلعن الکفار یعنی کہا ابو ہریرہ نے کہ قریب تر کرونگا مین تم سے یعنی دکھلاؤنگا مین تمکو نماز رسول اللہ صلعم کی (پھر تفسیر کرتا ہی اسکی راوی) کہ ابو ہریرہ قنوت پڑھا کرتے تھے رکعت آخر نماز ظہر اور نماز عشاء اور نماز صبح مین بعد کہنے سمع اللہ لمن حمدہ کے پس وہ اوس قنوت مین دعا کیا کرتے تھے واسطے مومنین کے اور لعنت کیا کرتے تھے کفار پر۔ اگرچہ اس روایت مین بالتخصیص نماز عصر اور مغرب کا ذکر نہین لیکن قرینہ دلالت اسی امر پر کرتا ہی کہ اون نمازون مین بھی قنوت پڑھا جاتا تھا۔ اور بالتخصیص اونکا نام بیان نکرنیکی یہ وجہ ہی کہ عصر اور ظہر ملا کر پڑھی ہون اور مغرب کو عشاء سے ملا کر پڑھا ہوگا اور راوی نے بالتفصیل ذکر نکیا یا یہ کہ راوی کے سامنے یہی تین نمازین ہی ابو ہریرہ نے پڑھی ہون کیونکہ عصر و مغرب مین نہ پڑھنا قنوت کا بیان نہین کیا گیا ہی۔ دوسری یہ کہ بعض لوگونکو یہ گمان ہوا ہی کہ آنحضرت صلعم نے کسی ضرورت سے چند روز نمازونمین قنوت پڑھا تھا پھر ترک کر دیا جسکا ذکر اکثر کتب سیر و تواریخ مین مندرج ہی لیکن اس روایت سے معلوم ہوا کہ جناب سرور کائنات ہمیشہ مستقل طور سے نماز مین قنوت پڑھا کرتے تھے اور جن لوگونکو ترک کر دینے کا گمان ہوا ہی وہ غلط ہی قنوت ترک نہین ہوا بلکہ جن قبائل پر مخصوصاً بددعا کرنیکا ذکر کتب سیر مین مندرج ہی بعد رفع ضرورت اون قبائل پر قنوت مین بددعا کیا جانا متروک ہوا تھا۔ اگر قنوت ہی نمازمین برائے چند روز ہوتا تو ابو ہریرہ جلیسے مشہور

صحابی بعد رسول خدا صلعم ہرگز نماز فریضہ مین قنوت نہ پڑھا کرتے۔ علاوہ اثبات قنوت کے یہ امر
بھی ثابت ہوا کہ کفار پر لعنت کرنا واجب ہی اور نماز فریضہ کا ایک جز وہی مگر واسطے بر حال اونکے جو یہ سمجھتے
ہین کہ کفار لایق مستحق لعن پر بھی لعنت کرنا درست نہین ہی ایضاً صحیح بخاری لطریق ابو الیمان
ابو بکر و ابو سلمہ ابناء عبد الرحمن سے روایت نماز رسول خدا صلعم کی لکھی ہی کہ ابوہریرہ نے بتلایا کہ رسولخدا
صلعم اسطرح نماز پڑھا کرتے تھے وہ دونو بھائی کہتے ہین کہ بعد بیان کرنے طریقہ نماز کے ابوہریرہ نے
بیان کیا کہ رسولخدا صلعم اسطرح نماز پڑھا کرتے تھے وہ دونو بھائی کہتے ہین کہ بعد بیان کرنے طریقہ نماز
کے ابوہریرہ نے بیان کیا کہ رسولخدا صلعم بعد رکوع کے قنوت مین مسلمانونکے حق مین ہر ایک کا نام لیکر
دعاء خیر کرتے اور اسیطرح کافرونکے حق مین نام بنام بددعا فرماتے اسطرح پر اللّٰھم انج الولید بن
الولید۔ وسلمہ بن ھشام وعیاش بن ابی ربیعہ والمستضعفین من المؤمنین ای خداوند
تعالی نجات دے ولید بن ولید (برادر خالد) اور سلمہ بن ہشام (برادر ابوجہل) اور عیاش بن ابی ربیعہ اور
دیگر ضعفاء مومنین کو اللّٰھم اشدد وطاءتک علی مضر خداوندا سخت کر اپنے عذاب کو اوپر قبیلہ مضر
کے واجعلھا سنین کسنی یوسف اور ای خداوند اونکے سالونکو مثل قحط سالی یوسف ع کے کر
ہوئی ہی کہ ببرکت دعاء آنحضرت صلعم مومنین مذکورین نے خلاصی اور نجات پائی اور مشرکین پر سات برس تک
ایسا قحط عظیم پڑا کہ استخوان اور مردار کھانے لگے معلوم ہوتا ہی کہ ایسی روایات سے لوگونکو شبہہ ہوا ہی کہ بعد
رفع ضرورت حضرت نے قنوت ترک کر دیا ہوگا لیکن تحقیق یہ ہی کہ قنوت ترک نہین ہوا صرف دعائین قنوتکی وقتاً
فوقتاً موافق ضرورت اور حاجت کے بدلتے رہے ہین جیسا کہ شیخ الاسلام شرح صحیح بخاری مین درج ہی کہ طحاوی
نے ابن مسعود سے روایت کی ہی کہ آنحضرت صلعم نے تا دم انتقال ہمیشہ ہر نماز فریضہ وتقیہ کے قنوتین

عقبہ اور ذکوان پر بددعا فرمائی ہے اور دیگر اہل سیر اور محدثین نے بھی اس واقعہ کو لکھا ہے کذا فی مدارج و جامع الرموز و منتخب الاحباب وغیرہ چونکہ پہلی روایت میں تین نمازوں ظہر اور عشا اور فجر میں قنوت ہونا بروایت ابوہریرہ ثابت ہو چکا ہے اور ہم لکھ چکے ہیں کہ دیگر نمازوں میں بھی قنوت تھا لیکن بطور ایسا ونکا ذکر رہ گیا۔ اب ہم کو ہمارے فوق لکھے ہو پر ایک اور حدیث مرویہ انس بن مالک مشہور صحابی کی صحیح بخاری میں دستیاب ہوئی ایضاً صحیح بخاری حدثنا عبد اللہ بن ابی الاسود قال حدثنا اسمعیل ابن علیہ عن خالد الحذاء عن ابی قلابہ عن انس قال کان القنوت فی المغرب و الفجر یعنی انس سے مروی ہے کہ قنوت مغرب اور فجر میں تھا چونکہ چار نمازوں میں قنوت روایات صحیحہ سے ثابت ہو چکا ہے تو پانچوین نماز میں ضرور قنوت تھا اور جبکہ رسول اللہ صلعم نے تا رفد وفات نماز میں قنوت پڑھا ہے تو فرض ہونا اسکا مسلم ہے اور ترک کرنا اسکا ترک فرض ہے اور تا دم واپسین حضرت کا نماز میں قنوت پڑھنا اسطرح ثابت ہے کہ شیخ الاسلام میں ہے کہ عبد الرزاق نے بطریق ابی جعفر رازی انس سے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلعم ہمیشہ نماز فجر میں قنوت پڑھتے تھے تا دم مرگ دنیا سے رحلت فرمائی۔ محدثین اور اہل سیر نے لکھا ہے کہ جب حضرت عمر جبہ شریف ہوئی لیکر اویس قرنی کے پاس پونہچے اور بعد ادائے پیغام و سلام اویس قرنی سے طالب دعا خیر کے اپنے حق میں ہوئے تو اویس نے جواب دیا کہ میں ہر نماز میں دعا کرتا ہوں اللھم اغفر للمومنین والمومنات الخ پھر تمہارے حق میں تخصیص دعا کی کیا ہے۔ اگر تم مومن ہو تو اس دعا کے شامل ہو۔ اگر نہیں ہو تو مستحق دعا نہیں ہو۔ اس سے ثابت ہوا کہ بعد رسول خدا صلعم کے عظمائے امت ہر نماز میں قنوت پڑھتے تھے۔ یہ اویس قرنی وہ ہیں کہ جو زمانہ رسول خدا میں زمرۂ اولیائے امت میں اکمل سمجھے جاتے تھے۔ اگرچہ رسول خدا سے ملاقات انکی نہیں ہوئی لیکن عاشق زار رسول خدا کے

کے تھے حضرت عمر جب جبۂ شریف نبوی اونکے پاس لیگئے تو جبہ لے لیا لیکن اونسے باخلاق پیش نہ آئے اور دعا کرنیسے بھی گریز کیا۔ زمانہ خلافت اصحاب ثلثہ میں وہ کسی خلیفہ کے پاس نہیں آئے مگر جسوقت جناب امیر المؤمنین علی مرتضیٰ سلام اللہ علیہ مسند خلافت ظاہری پر جلوہ افروز ہوئے اویس قرنی بشوق زیارت امام برحق وباشتیاق غزا وشہادت خدمت حیدر کرار میں حاضر ہوئے اور دشمنان دین سے لڑکر غزا میں شہید ہوئے۔ البتہ ذرا تعجب خیز بات ہے کہ حضرت اویس قرنی سا ناسک حضرت عمر کیطرف مطلق توجہ نکرے اور حضرت علی کیخدمت میں نہایت شوق سے حاضر ہو۔ اور نیز خمس زمانہ خلفا ثلثہ میں کفار نصارا اور مجوس سے جہاد جاری تھا اوس زمانہ میں اونکو شوق غزا وشہادت پیدا نہوا اور جبکہ حضرت جاہد الکفار والمنافقین معاویہ بن ابی سفیانسے برسر غزا وجہاد ہوا وہ وقت کمال اشتیاق سے خواجہ اویس نے اپنے وطن مالوفہ کو ترک کرکے ملازمت جناب حیدر کرار اختیار کی اور خلعت فاخرۂ شہادت سے مخلع ہوئے رکن ہفتم تسابیح رکوع وسجود کے بیانمیں اگرچہ ان تسابیح میں باہم شیعہ وسنی زیادہ اختلاف نہیں ہے اہلسنت فقط سبحان ربی العظیم تورکوعمیں اور سبحان ربی الاعلیٰ سجدہ میں تین تین بار پڑھتے ہیں۔ اور شیعہ بھی انہیں تسابیح کو باضافہ لفظ وبحمدہ وبشمول بعض ادعیۂ ماثورہ پڑھتے ہیں اور بابین سجدتین دعا طلب مغفرت بھی پڑھتے ہیں جسکو اہلسنت نے قطعاً ترک کردیا ہے اہلسنت کے فقہا اسبارے میں مختلف ہیں امام مالک اور امام شافعی مستحب سمجھتے ہیں رکوع وسجود میں پڑھنا ہر دعاے ماثورہ کا اور ابوحنیفہ اور احمد فقط تسبیح متذکرہ بالا کا ہی پڑھنا جائز کہتے ہیں۔ چنانچہ شیخ الاسلام شارح صحیح بخاری نے اسی باب کے اندر لکھا ہے کہ نزد شافعی ومالک

در نماز فریضہ ہرچہ خواہد بخواند از ادعیۂ ماثورہ ونزد ابوحنیفہ واحمد سنت ہست کہ سہ بار سبحان

ربی العظیم در رکوع و سبحان ربی الاعلیٰ در سجدہ بجوانند اب ہم متوجہ ہوتے ہین اس امر کی تحقیقات
کیطرف کہ احادیث صحیحہ مرویہ صحیح بخاری مین رسول خدا صلعم کی نسبت رکوع و سجود مین کیا
پڑھنا ثابت ہوتا ہی آیا امام ابو حنیفہ کے قول کی تائید ہوتی ہی یا شیعہ امامیہ اور امام مالک و
شافعی کے طریق کی سند ہوتی ہی چنانچہ واضح ہوا کہ آنحضرت صلعم بھی جسطرح شیعہ پڑھتے ہین
تسبیح مع تحمید پڑھا کرتے تھے اور استغفار بھی کرتے تھے۔ دیکھو صحیح بخاری کے باب ذکر
تسابیح رکوع و سجود مین کہ مروی ہی عن عائشہ قالت کان النبی صلعم یکثر ان یقول فی رکوعہ
و سجودہ سبحانک اللّٰہم ربنا و بحمدک ۔ واللّٰہم اغفرلی یعنی حضرت عائشہ سے مروی ہی
کہ نبی صلعم اکثر رکوع و سجود مین کہا کرتے تھے سبحانک اللّٰہم (یہ تسبیح ہی اور ہم معنی ہی سبحان ربی العظیم
و اعلیٰ کے اور ربنا و بحمدک (یہ تحمید ہی اور ہم معنی ہی و بحمدہ کے جو شیعہ کہتے ہین) اور اللّٰہم اغفرلی (یہ
ادعیہ ماثورہ مین سے ہی) کہ شیعون کے نزدیک سجدہ و مابین سجدہ اسکے پڑھنے مین کوئی حجت نہین اور علی العموم
شیعہ مابین السجدتین اسی دعا کو پڑھتے ہین۔ صحیح بخاری مین یہ بھی مروی ہی کہ آنحضرت صلعم تسابیح متذکرہ
بالا کو بامتثال فرمان الٰہی پڑھا کرتے تھے کہ قرآن شریف مین وارد ہی فسبح بحمد ربک واستغفرہ
یعنی پس تسبیح کر ساتھ حمد رب اپنے کے یعنی یاد کر پاکیزگی رب اپنے کو ساتھ حمد اوسکی کے یعنی تسبیح
اور تحمید دونونکو ملا کر کہہ اور اوس سے طلب آمرزش کر۔ اب معلوم ہوا کہ سبحان ربی العظیم و بحمدہ پڑھنا فرض
ہی اور اگر بحمدہ اسکے ساتھ شامل کیا جاوے تو فرض ترک ہوتا ہی اور جو کوئی اسکے ترک پر اصرار کرے وہ
قطعی کافر ہو جاتا ہی۔ ایسا ہی طلب مغفرت بھی ان تسابیح مین شامل کرنا فرض ہی۔ اور تارک اوسکا مثل
تارک تحمید کے ہی۔ اب حضرات حنفیہ کا محض سبحان ربی العظیم و اعلیٰ پڑھنا اور تحمید کو اوس سے جدا کرنا فرض

ترک فرض ہی اور جب کہ فرض ہی تو نماز کا ادا ہونا معلوم۔ اور پھر سخن پروری سے اپنے قول پر مصر ہونا
ظاہر ہی کہ ترک فریضہ پر اصرار کرنیوالا شرعاً کیسا گنہگار شمار کیا جاتا ہی۔ یہان خطاے اجتہادی کا حیلہ بھی
کارگر نہین ہی فاعتبروا یا اولی الابصار

رکن ہشتم مکث ما بین السجدتین کے بیان مین مذہب اہلسنت والجماعت مین خصوصاً
حضرات حنفیہ مین مکث بین السجدتین یعنی دونو سجدونکے درمیان مین توقف کرنا ضرور نہین ہی وہ کوئی
دعا اس موقع پر پڑھتے ہین بلکہ ایک سجدہ کے بعد فوراً بلا توقف دوسرا سجدہ ایسی طرح کرتے ہین کہ سجدہ
اول کے بعد پورا سر بھی زمین سے اونچا نہین کرتے جلسہ کرنا اور پڑھنا تو درکنار رہا۔ اور مذہب شیعہ امامیہ مین
سجدہ اول کے بعد جلسہ کرنا اور استغفار پڑھنا لازمی امر ہی اور شیخ الاسلام شرح صحیح بخاری کے باب المکث
بین السجدتین مین یہ لکھا ہی (و مستحب است نزد امام احمد بن حنبل کہ بگوید میان دو سجدہ رب اغفرلی
و تکرار کند آنرا چند بار) اور مذہب شیعہ بین ما بین السجدتین پڑھتے ہین استغفر اللہ ربی من کل
ذنب جو ہم معنی دعاے مجوزہ امام احمد بن حنبل کی ہی غرضکہ جہانتک تحقیق کی نظر سے دیکھا
جاتا ہی تو منجملہ ائمہ اربعہ اہلسنت کے فقط ایک امام ابو حنیفہ مخالفت مذہب اہلبیت رسول صلعم مین
منفرد ہین دیگر ائمہ کسی نہ کسی مسئلہ مین اہلبیت نبوی کے موافق ہوگئے ہین مگر امام ابو حنیفہ صاحب ہر مسئلہ
مین مختلف ہین اور معلوم ہوتا ہی کہ دیدہ و دانستہ اختلاف کیا ہی اور زیادہ حیرت یہ ہی کہ اسبات کو
عام و خاص سب جانتے ہین کہ مذہب امامیہ کی تدوین جناب امام جعفر صادق علیہ السلام کے
زمانے مین ہوئی اور امام ابو حنیفہ کو حضرت صادق علیہ السلام کی شاگردی کا بھی دعویٰ ہی تو ظاہر ہی
کہ دیگر ائمہ اہلسنت و جماعت نادانستگی کی حالت مین بعض مسائل مین مذہب امامیہ سے متفق

ہو گئے ہیں اور امام ابو حنیفہ او جہ شاگردی اکثر مسائل مذہب امامیہ سے واقف تھے اسلئے انہوں نے
قصداً ان مسائل سے اختلاف کیا ہے چنانچہ مذہب حنفیہ کا ایک اصولی قاعدہ اسوقت تک مشہور ہے کہ اگر
کسی روایت میں باہم اہلسنت اختلاف ہو اور ایک صورت اختلافی موافق قول اہل تشیع کے واقع ہوئی ہو
اور دوسری مخالف اوسکے اور اسناد دونوں کی برابر ہوں صحت اور اعتبار میں تو حنفیوں کو لازم ہے کہ اوس
روایت کو قبول کریں جو مخالف ہو مذہب شیعہ کے اور اوسکو ترک کریں جو مذہب شیعہ کے موافق ہو اور
طرفہ یہ ہے کہ یہ مخالفت اہلسنت نے جدید بجدید انہیں کی ہے بلکہ ازمنہ ائمہ علیہم السلام کے زمانہ میں بھی
بعینہ یہی مخالفت تھی شواہد النبوۃ جامی میں لکھا ہے کہ حضرت قنبر اور حضرت کمیل کو زمانہ معویہ
میں اسی جرم پر حجاج نے شہید کیا کہ انہوں نے اوسکے کہنے سے مذہب علی ابن ابی طالب ترک
نکیا۔ مامون بن رشید عباسی نے جس سال حضرت امام رضا علیہ السلام کو اپنا ولیعہد مقرر کیا تو عید کی
نماز پڑھانیکو عیدگاہ میں آپکو بھیجا اور جسوقت آپ عیدگاہ میں پونچے تو ہر ایک قصاب و بندار
بھی باکراہ تمام آپکے پیچھے نماز پڑھنے سے انکاری ہو گیا کہ یہ تو اپنے طریق کی نماز پڑھاوینگے
ہم انکے پیچھے نماز نہیں پڑھتے حنفی یا شافعی مذہب کا ایک جاہل اور ملحد اور فاسق و فاجر رذیل
قوم کا آدمی بھی اگر نماز پڑھانیکو کھڑا ہو جاتا تو عوام الناس بہت خوشی سے اوسکے پیچھے نماز پڑھتے
اور کوئی انکاری نہوتا لیکن امام رضا علیہ السلام چونکہ جگر گوشہ رسول مختار اور غایت درجہ کے
عالم اور فاضل اور زاہد اور عابد تھے جنکی بزرگی میں اہل خلاف کو بھی کلام نہیں اونکے پیچھے نماز
پڑھنے سے شہر کے عوام اور خواص انکاری ہو گئے اور کیوں انکار نکرتے اسلئے کہ رسولخدا نے
فرمایا ہے انی تارک فیکم الثقلین کتاب اللہ وعترتی ان تمسکتم بہما لن تضلوا بعدی پس جبکہ

مدار ہدایت اونکے تمسک پر اور مدار ضلالت اونکے ترک تمسک پر قرار پا چکا ہی تو ظاہر ہی کہ فضل
ایزدی جسکے شامل حال ہی اور ہدایت پانا اوسکے مقدر مین ہی وہ ضرور قرآن پاک اور عترت صاحب لولاک
کی پیروی کریگا اور گم گشتگان بادیۂ ضلالت کی خود بخود ایسی عقل ماری جاویگی کہ امام رضا علیہ السلام
جیسے پیش نماز کے پیچھے نماز پڑھنے سے انکاری ہون سبحان اللہ اوس وزیر روح پاک جناب رسول کائنات
اپنی امت کے افعال سے کیا راضی ہوئی ہوگی کہ جب اونکے جگر گوشہ کے پیچھے نماز پڑھنے سے انکاری
ہوگئے اور ہر قسم کے فساق و فجار کے پیچھے نمازین پڑھی ہونگی - کیا خوب تعمیل وصیت رسولخدا
کی کیجاتی ہی وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون **وایضاً صحیح بخاری**
کے اسی باب یعنی مکث بین السجدتین مین مروی ہی کہ جناب رسولخدا جسقدر توقف رکوع اور سجود
مین کرتے تھے اوسیقدر دونون سجدون کے درمیان مین وقفہ کرتے تھے وہو ہذا حدثنا محمد
بن عبد الرحیم قال حدثنا ابو احمد محمد بن عبد اللہ الزبیری قال حدثنا مسعر عن
الحکم عن عبد الرحمن بن ابی لیلی عن البراء قال کان سجود النبی صلعم و رکوعہ و
قعودہ بین السجدتین قریباً من السواء یعنی براء بن عازب نے کہا ہی کہ آنحضرت کے
سجدات اور رکوع اور قعود بین السجدتین مین عرصہ قریب قریب برابر کے ہوتا تھا یعنی جسقدر عرصہ
مین آپ ایک سجدہ اور رکوع کو بجالاتے اوسیقدر عرصہ تک آپ مابین دو سجدون کے قعود فرماتے
وایضاً صحیح بخاری کے اسی باب مین دوسری حدیث بطریق سلیمان بن حرب
عن ثابت مروی ہی کہ ثابت نے کہا کہ انس بن مالک نے ہمسے طریقہ نماز رسولخدا کا بیان کیا کہ جسطرح
وہ پڑھا کرتے تھے اور انس بن مالک بعد رکوع اسقدر عرصہ تک کھڑے ہوتے اور درمیان دو

سجدونکے اتنی دیر تک قعود فرماتے کہ لوگونکو گمان ہوجاتا ہی یہ ارکان نماز مین سے کوئی رکن بھول گئے
ہین کہ جسکو یاد کر رہے ہین۔ مگر وائے بر حال اون لوگونکے کہ ایک قعدہ مین دو سجدے کرتے ہین اور پھر
دعوی اتباع سنت رسول اللہ صلعم کا کرتے ہین۔ صحیح بخاری کی نسبت عوام اہلسنت و الجماعت کا
اجماع و اتفاق ہی کہ وہ بعد قرآن اصح الکتب ہی اور روایات اوسکی سب صحیح ہین مگر امام ابوحنیفہ کا
اجتہاد بالکل مخالف احادیث صحیحہ کے ہی اور اون کے مقلد دیدہ و دانستہ حکم خدا و رسول کی
مخالفت اونکے مقابلہ مین جائز اور درست جانتے ہین

رکن نہم جلسہ یعنی قعدہ بعد سجدتین کے بیان مین واضح ہو کہ اہلسنت
والجماعت سجدتین رکعت اول و ثالث کے بعد جلسہ و قعدہ نہین کرتے رکعت ثانی و رابع
مین تو بقصد تشہد قعدہ کرتے ہین اور باقی دو رکعت وتریہ مین سجدہ سے سر اوٹھا کر بغیر جلسہ کیے
کھڑے ہوجاتے ہین اور حضرات حنفیہ اس امر مین زیادہ تر مخصوص ہین۔ اور شیعہ امامیہ ان رکعات
وتریہ مین بعد سجدتین جلسہ کرتے ہین اور بعد جلسہ زمین پر ہاتھ ٹیک کر کھڑے ہوجاتے ہین امام
شافعی کے نزدیک بھی یہی طریقہ درست ہی جو شیعہ کرتے ہین مگر حضرات حنفیہ یہانتک مخالفت
کرتے ہین کہ سجدونکے بعد زمین پر ہاتھ بھی نہ ٹیکے اب ہم تحقیق کرنا چاہتے ہین کہ بروے احادیث
صحیحہ مرویہ اہلسنت حضرات حنفیہ کا طریقہ موافق طریقہ رسولخدا ثابت ہوتا ہی یا حضرت کے طریقہ
سے انکا طریقہ مخالف پایا جاتا ہی اور شیعہ متبع سنت نبوی ثابت ہوتے ہین۔ چنانچہ صحاح اہلسنت
والجماعت سے یہ امر ثابت ہوا کہ رسولخدا بھی ان رکعات وتریہ یعنی اول و سوم مین بعد سجدونکے جلسہ
کرتے تھے اور بعد جلسہ زمین پر ہاتھ ٹیک کر کھڑے ہوا کرتے تھے چنانچہ **صحیح بخاری** مین مروی ہی

ہو حدثنا محمد بن الصباح قال حدثنا ھشیم قال اخبرنا خالد الحذاء عن ابی قلابۃ
قال اخبرنا مالک بن الحویرث اللیثی انہ رای النبی صلعم یصلّی فاذا کان فی وتر من صلوٰتہ
لم ینھض حتی یستوی قاعدا یعنی ابی قلابہ نے کہا کہ مجھے مالک بن حویرث لیثی سے خبر پہنچی
ہو کہ اوسنے آنحضرتؐ کو نماز پڑھتے ہوے دیکھا پس جسوقت کہ آپ پہلی اور تیسری رکعت تمام کرتے تو نہ کھڑے
ہوتے تھے جبتک برابر نہ بیٹھ جاتے تھے دوسری ایک اور روایت اسی ابی قلابہ کی بحوالہ مالک بن الحویرث
بطریق ایوب اسی باب صحیح بخاری میں مروی ہو کہ ایوب سے ابو قلابہ نے روایت کی کہ ہماری مسجد میں مالک بن
حویرث آئے اور ہمکو علاوہ نماز وقتیہ کے نماز رسولخداؐ کی طریق پر پڑھ کر بتلائی ایوب کہتے ہیں کہ مینے ابو قلابہ
سے سوال کیا کہ رسولخداؐ کی نماز کیونکر تھی تو کہا کہ ہمارے اس شیخ یعنی عمر بن سلمہ کی نماز کی مانند تھی
ایوب کہتے ہیں کہ یہ شیخ عمر بن سلمہ ہر انتقال پر تکبیر کہتا تھا اور جسوقت سر اوٹھاتا تھا سجدۂ ثانی سے جلسہ
کرتا تھا اور اعتماد کرتا تھا زمین پر پھر کھڑا ہوتا تھا حدثنا معلی بن اسد قال حدثنا وھیب عن
ایوب عن ابی قلابۃ قال جاءنا مالک بن الحویرث فصلی بنا فی مسجدنا ھذا فقال انی
لاصلی بکم وما ارید الصلوٰۃ لکنی ارید ان اریکم کیف رایت النبی صلعم یصلی قال ایوب
فقلت لابی قلابۃ فکیف کانت صلوٰتہ قال مثل صلوٰۃ شیخنا ھذا یعنی عمرو بن سلمۃ
قال ایوب وکان ذلک الشیخ یتم التکبیر واذا رفع راسہ عن السجدۃ الثانیۃ جلس و
اعتمد علی الارض ثم قام حاصل مطلب اس حدیث کا اوپر مرقوم ہو چکا اور نیز ایک اور حدیث رکن
چہارم میں بطریق محمد بشار عن ابی ہریرہ لکھی گئی ہو جسمیں رسولخداؐ نے یہ حکم دیا ثم اسجد حتی تطمئن
ساجدا ثم ارفع حتی تطمئن جالسا الخ یعنی بعد سجدوں کے اطمینان کے ساتھ جلسہ کرنا

چاہیے پس یہ امر بخوبی منکشف ہو گیا کہ شیعہ امامیہ اثنا عشریہ اس فعل مین بھی متبع سنت رسول اللہ صلعم
کے ہین اور اہلسنت والجماعت خصوصاً مقلدان حضرت ابو حنیفہ صریحی مخالفت کرتے ہین وجہذا ما

قیل ؏ بر عکس نہند نام زنگی کافور ۞

رکن دہم در باب قراءت رکعات اخرئین واضح ہو کہ مذہب امامیہ مین
مختار ہی کہ رکعات اخرئین مین صرف سورۂ فاتحہ پڑھے یا بجاے فاتحہ کے تسابیح پڑھے لیکن تسابیح
کا پڑھنا مستحب سمجھا گیا ہی۔ اور اہلسنت مین سواے سورۂ فاتحہ کے تسابیح وغیرہ پڑھنا جائز نہ سمجھتے
ہین حالانکہ شیخ الاسلام شرح صحیح بخاری مین بروایت علی و ابن مسعود و عائشہ لکھا ہی و بروایت
علی و ابن مسعود و عائشہ کہ قراءت میکردند در اولین و نمی خواندند در اخرئین و در روایتے تسبیح میکردند در اخرئین
و ہمچنین از ابراہیم نخعی و ابن مسعود و سفیان ثوری مرویست اور اسی شرح کے باب یقرا فی الاخرئین
بفاتحۃ الکتاب مین مرقوم ہی۔ و ازینجا وجوب فاتحہ در اخرئین لازم نیاید بدلیل روایت ابن منذر از امیر
المومنین علی رضی اللہ عنہ کہ گفت قراءت کن در اولین و تسبیح کن در اخرئین مین سچ کہتا ہون کہ اگر
یہ روایت حضرت علی سے نہوتی تو اہلسنت والجماعت ضرور الحمد کی جگہ تسبیح پڑھا کرتے لیکن چونکہ
درمیان حضرت علی علیہ السلام کا آگیا اور اہلسنت کو بمخالفت حدیث ثقلین اونکی تقلید و تمسک سے
بچنا لازم آیا اسلیے اہلسنت تسابیح پڑھنا ناجائز قرار دیتے ہین

رکن یازدہم تشہد کے بیان مین باہم علماے اہلسنت والجماعت تشہد اول
مین اختلاف ہی بعض واجب جانتے ہین مثل امام ابو حنیفہ اور احمد بن حنبل کے اور جمہور واجب
نہین جانتے جنمین امام مالک اور شافعی وغیرہ ہین مگر تشہد ثانی کے واجب ہونیکے اکثر قائل

ہین جلسہ اولی مین فقط التشہد ہے اور جلسہ ثانی مین تشہد اور سلام فرض و واجب ہین اور بغیر تشہد اور سلام
نماز نہین ہوتی اور علاوہ تشہد اور سلام کے یہ بھی اختیار ہے کہ ادعیہ ماثورہ مین سے جو دعا چاہے پڑھے
بعد تشہد اور قبل سلام - اور امام شافعی اور مالک کے نزدیک کچھ ادعیہ ماثورہ پر انحصار نہین ہر قسم کی
دعا دینی یا دنیوی پڑھ سکتا ہے کذا فی شیخ الاسلام - واضح ہو کہ اہلسنت مین جسقدر روایات کا اختلاف
تشہد کی بابت ہوا ہے اوتنا اختلاف کسی امر مین نہین ہے چوبیس صحابہ سے چوبیس تشہد مروی
ہین اور سب مختلف الالفاظ اور مختلف المعنی ہین - از انجملہ تین تشہد زیادہ تر مشہور ہین ایک
تشہد عبد اللہ ابن مسعود کا جو مسمی بہ التحیات للہ والصلوۃ ہے اسکو پیروان امام ابو حنیفہ نے
پسند کیا - اس اعتبار پر کہ صحاح ستہ مین بلا اختلاف الفاظ مروی ہوا دوسرا تشہد حضرت عبد اللہ
ابن عباس کا ہے اسکو امام شافعی نے اسلیے منظور کیا کہ اوسکے اکثر کلمات مطابق آیات قرآنی
ہین - اور تیسرا تشہد حضرت عمر ابن الخطاب کا ہے اوسکو امام مالک نے اسوجہ سے اختیار کیا کہ راوی اوسکا
کہتا ہے کہ حضرت عمر نے برسر منبر یہ تشہد بیان کیا اور اوسپر کوئی معترض نہوا باقی اکیس تشہد جو دیگر
صحابہ سے مروی ہین کتب احادیث مین مندرج ہین - اب جاننا چاہیے کہ تشہد کے معنی گواہی
دینے کے ہین اور اصطلاح فقہ و اسلام مین مراد ہے اشہد ان لا الہ الا اللہ واشہد ان محمدا
الرسول اللہ سے شرع اہلسنت مین کوئی پتہ التحیات کا نہین لگتا کہ اسکا پڑھنا نماز مین واجب ہے
بلکہ فرض تشہد و سلام واجب ہین اور تشہد کی جگہہ جسطرح التحیات مروج ہوئی وہ ایک عجیب لطیفہ
ہے جو صحیح بخاری مین درج ہے یعنی ابن مسعود روایت کرتے ہین کہ جب ہم رسولخدا کے پیچھے نماز پڑھتے
تو وقت دعا کے کہتے السلام علی اللہ والسلام علی جبرئیل ومیکائیل والسلام علی فلان

وفلان جب رسولخدا نے یہ ہماری دعا سنی تو فرمایا کہ خداوند تعالی محتاج سلام نہین ہر وہ خود سلام
ہر اوسپر سلام کیون بھیجتے ہو خدا ے تعالی کیواسطے تحیات ہر جبسے یہ التحیات نکلی مگر تعجب ہر
کہ التحیات بضمن دعا مقرر ہوئی اور دعا رکا موقع بعد تشہد اور قبل از سلام ہر نہ کہ تشہد پر مقدم
کردیجاو جیسا کہ حضرات حنفیہ تشہد اور سلام دونوںسے مقدم التحیات پڑھتے ہین حالانکہ بروے
احادیث صحیحہ تشہد کا دعار پر مقدم ہونا ثابت ہر چنانچہ صحیح بخاری کے باب مایتخیر من
الدعاء بعد التشہد ولیس بواجب سے ہی ظاہر ہر کہ تشہد کے بعد دعا کا پڑھنا اختیاری
امر ہر واجب نہین ہر اور جبکہ التحیات داخل دعا ہر تو عدم وجوب اسکا بھی ثابت ہوگیا اور
نیز اس باب مین ابن مسعود سے روایت کی گئی ہر کہ یہ دعا مخصوصہ نہ تھی ہم باختیار خود
جو دعا چاہتے وہ پڑھتے چنانچہ ایک روز ہم اوسی اختیار کے بموجب پڑھنے لگے کہ السلامُ
علی اللہ من عبادہ تو حضرت نے فرمایا کہ خدا پر سلام نہ بھیجو وہ خود سلام ہر خدا ے تعالی کے
لیے تحیت اور صلوٰۃ کہنی چاہیے - علاوہ ازین رسولخدا صلعم کی نسبت دعار بعد تشہد
مین کبھی التحیات پڑھنا ثابت نہین ہوا حالانکہ اور بہت سی مختلف دعائین انکی نسبت
پڑھنا ثابت ہوئی ہین اور جن لوگون کو آپنے اس موقع پر پڑھنے کی دعائین تعلیم کی
ہین اونمین سے بھی کوئی التحیات نہین چنانچہ صحیح بخاری کے باب الدعار قبل السلامُ
مین انحضرت کی نسبت چند مختلف دعائین پڑھنا مروی ہین اور جو دعائین پڑھنا
مروی ہین اور جو دعا آپنے حضرت ابوبکر کو تعلیم فرمائی وہ بھی اسی باب مین اسطرح
مروی ہر قتیبہ بن سعید سے عن عبداللہ بن عمر و عاص عن ابوبکر الصدیق انہ

قال لرسول اللہ صلعم علمنی دعاءً ادعوا بہ فی صلوتی قال قل اللھم انی ظلمت نفسی ظلما کثیرا ولا یغفر الذنوب الا انت فاغفرلی مغفرۃ من عندک انک انت الغفور الرحیم ثبوت اس امر کا کہ اہلسنت مین منخر وعبت فقط تشہد کی ہی یہ ہی کہ تمام ابواب فقہ اور حدیث مین کسی جگہ التحیات کا باب نہین فقط داخل دعاے اختیاری ہی اور جہان کہین بحث وجوب وعدم وجوب کی ہی وہان صرف تشہد کا ذکر کیا گیا ہی۔ اسلیئے بمقابلہ تشہد کے التحیاتکو مقدم رکھنا بلاشبہہ بدعت اور خلاف سنت ہی۔ اور الحمد للہ کہ شیعہ اس بدعت سے بری ہین اور متبع سنت نبوی ہین سلام اللہ وصلوتہ علیہ

رکن دوازدہم سلام اور تکبیر آخری کے بیان مین

اس رکن مین اس امر کی تحقیقات کیجاتی ہی کہ بعد تشہد اور سلام معمولی نماز کے جو اہلسنت چپ وراست ہر دو جانب سلام کہتے ہین درست ہی یا فقط ایک ہی سلام جائز ہی اور یہ کہ یہ آخری سلام کیا چیز ہی اور نماز کا اتمام اسی پر ہو جاتا ہی یا افتتاح کیطرح اختتام بھی تکبیر سے ہوگا۔ واضح ہو کہ امام ابو حنیفہ منفرد ہین اس امر مین کہ دو سلام دونو جانب کیے جاوین خواہ امام ہو یا مقتدی۔ اور اونکے نزدیک یہ سلام داخل نماز نہین ہی بلکہ یہ سلام حضار جماعت نماز پر کیا جاتا ہی کہ وہ آدمی ہون یا ملائکہ ہون یا جن۔ اور امام بھی جو دونو جانب سلام کرتا ہی وہ اپنے مقتدیونکو کرتا ہی اور اونہین ہی شامل سمجھا کر ملائکہ اور جنات موجودہ وقت کو۔ اور مقتدی پر لازم ہی کہ اگر امام پیش رو ہو سکے ہو تو دونو جانب سلام اگر نہین امام پر سلام کرنیکی نیت کرے۔ امام مالک کے نزدیک نماز مین فقط ایک سلام واجب ہی۔ اور دوسرا سلام جو کیا جاتا ہی اوس سے مقصود یہ ہی کہ مقتدی امام کے سلام کا رد کرے اور پہلا سلام جو داخل نماز

اور واجب ہی وہ مقتدیکو جہر کہنا چاہیے اور دوسرا سلام جو جواب سلام امام کا ہو باہستگی اوخفی آواز سے
کہے چنانچہ شیخ الاسلام نے شرح صحیح بخاری مین قول امام مالک کا ترجمہ اسطرح کیا ہو قول امام مالک
گفتہ سلام گوید مقتدی بعد ازانکہ سلام گوید از جانب راست و نزد وے واجب در نماز ہمین یک
سلام است کہ بجہر گوید آنرا و دیگر سلام جواب است مر سلام امام را کہ آہستہ گوید۔ اور صحیح بخاری مین
ایک بہت بڑی طویل حدیث باب من لم یرد السلام علی الامام واکتفی بتسلیم الصلوۃ مین
مروی ہی مضمون اس باب کا یہ ہی (یہ باب اوسکے بیان مین ہی جو نہ لوٹادے سلام کو امام پر اور
اکتفا کرے فقط نماز کے ایک سلام پر) یہ امر تو فقط اس باب کے عنوان سے بھی ثابت ہو گیا کہ نماز
مین ایک ہی سلام ہی جیسا کہ شیعہ کرتے ہین اور دوسرا سلام خارج از نماز جواب امام کے سلام کا ہی
مگر براہ ناواقفی اور کم توجہی اہلسنت نے دونون سلامونکو ایسا خلط کر دیا کہ امام ابو حنیفہ کے نزدیک
تو دونو سلام شامل نماز ہو گئے۔ اور جو حدیث اس باب مین بخاری نے لکھی ہی وہ دلالت صریحیہ
اسبات پر کرتی ہی کہ زمانۂ رسولخدا صلعم مین فقط ایک سلام ختم نماز پر پڑھا جاتا تھا اور دوسرا
سلام جو برد سلام امام بعد مین لوگون نے جدید نکالا ہی حضرت کے زمانہ مین مطلق نہ تھا بلکہ جسطرح
امام نماز مین ایک سلام کہتا ایسے ہی مقتدی بھی بتقلید امام ایک ہی سلام کہتا جیسا کہ مروی ہی بحیہ
باب مذکورہ مین حدثنا عبدان قال اخبرنا عبد اللہ قال اخبرنا معمر عن الزہری
قال اخبرنی محمود بن الربیع و زعم انہ عقل رسول اللہ صلعم و عقل مجۃ مجّہا من
دلو کانت فی دارہم۔ قال سمعت عتبان بن مالک الانصاری ثم احد بنی سالم
قال کنت اصلی بقومی بنی سالم فاتیت النبی صلعم فقلت انی انکرت بصری وان

السیول تحول بینی وبین مسجد قومی فلودوت انک جئت فصلیت فی بیتی مکانا
اتخذہ مسجدا فقال افعل انشاء اللہ تعالی - فغدا علی رسول اللہ صلعم وابوبکر
معہ بعدما اشتد النہار فاستاذن النبی صلعم فاذنت لہ فلم یجلس حتی قال
این تحب ان اصلی من بیتک فاشار الیہ من المکان الذی احب ان یصلی فیہ فقام
وصففنا خلفہ ثم سلم وسلمنا حین سلم حاصل مطلب اس حدیث کا یہ ہی کہ معمر نے زہری سے
روایت کی ہی کہ کہا زہری نے کہ مجھے خبر دی محمود بن الربیع نے اور مزعوم زہری ہی کہ محمود کو رسولخدا
صلعم یاد ہین اور وجہ یادداشت یہ ہی کہ رسولخدا صلعم نے تبرکاً تھوڑا پانی اوسکے منہ مین ڈالا تھا
جو اوسکے گھر مین ڈول کے اندر تھا محمود نے کہا کہ عتبان بن مالک انصاری کو جو بعد مین
بنی سالم کا ایک شخص تھا یہ کہتے ہوے سنا کہ مین قوم بنی سالم مین نماز پڑھایا کرتا تھا ایک روز
مین رسولخدا صلعم کے پاس گیا اور عرض کی کہ مین اپنی بصارت درست نہین پاتا ہون اور
میرے مکان اور مسجد قوم کے درمیان مین پانی کی سیل حائل ہی مین امیدوار ہون کہ آپ میرے
گھر تشریف لاکر اوسجگہ نماز پڑھین جسکو مین اپنی نماز گاہ مقرر کرون پس فرمایا حضرت صلعم نے
کہ انشاء اللہ تعالی مین ایسا کرونگا دوسرے دن جبکہ گرمی دن کی سخت ہو گئی تھی تو رسولخدا
صلعم میرے مکان پر تشریف لائے اور ابوبکر اونکے ساتھ تھے - تب حضرت نے گھر مین
آنے کی دستوری چاہی مینے اجازت دی پس آپ بیٹھے بھی نہین اور فرمایا بتلا تو کونسی
جگہ کو دوست رکھتا ہی کہ تیرے گھر مین اوسجگہ نماز پڑھون پس عتبان نے اشارہ سے
نشان اوسجگہ کا دیا جہان نماز پڑھوانا چاہتا تھا پھر حضرت نماز کو کھڑے ہوے اور وہ کہتے

کہ ہمنے اونکے پیچھے نماز پڑہنے کو صف باندھی بعدہ حضرت نے سلام کہا اور ہمنے بھی سلام کہا اوسیوقت جبکہ حضرت نے سلام کہا۔ امام بخاری نے اس حدیث کو اسی دلیل سے اس باب مین درج کیا ہی کہ مقتدیون نے سوائے سلام معمولی کے دوسرا سلام واسطے رد سلام حضرت کے نہین کہا۔ اور شارح صحیح بخاری یعنی شیخ الاسلام نے بھی اس موقع پر لکھا ہی ظاہر است در عدم رد سلام از مقتدیان زیرا کہ سلام رد بعد سلام اصل باشد نہ در وقت آن۔ اسلیے ثابت ہوا کہ درحقیقت نماز مین ایک ہی سلام ہی خواہ امام ہو یا مقتدی ہو اور جانب راست و چپ سلام کرنا فعل جدید اور بدعت ہی۔ اب باقی رہا یہ امر کہ آیا نماز کا اختتام اسی سلام پر ہوجاتا ہی جیسا کہ اہلسنت والجماعت کرتے ہین یا بعد سلام کے تکبیر پر ختم نماز ہوتا ہی اور آنحضرت صلعم تکبیر کہکر نماز ختم کرتے تھے یا نہین۔ اگر آنحضرت صلعم تکبیر پر نماز ختم کرتے تھے تو متبع سنت شیعہ ہین جو تکبیر پر نماز ختم کرتے ہین یا اہلسنت جو طریقہ رسولخدا صلعم کو ترک کرتے ہین چنانچہ صحیح بخاری کے دیکھنے سے واضح ہی کہ آنحضرت صلعم نماز کو تکبیر پر ختم کیا کرتے تھے چنانچہ مروی ہے حدثنا علی بن عبد اللہ قال حدثنا سفیان بن جهنہ قال حدثنا عمرو قال اخبرنا ابو معبد عن ابن عباس قال کنت اعرف انقضاء صلوۃ النبی صلعم بالتکبیر و قال علی حدثنا سفیان عن عمرو قال کان ابو معبد اصدق للموالی ابن عباس و قال علی اسمہ نافذ یعنی حدیث کی علی بن عبد اللہ نے اور اونسے سفیان بن جهنہ نے اور اوس نے عمرو سے اور کہا عمرو نے کہ خبر دی مجکو ابو معبد نے ابن عباس سے کہ ہم انقضاء نماز رسولخدا صلعم کو تکبیر سے پہچانا کرتے تھے اور علی نے یہ بھی کہا کہ مجھسے سفیان نے

بحوالہ عمرو بیان کیا کہ ابو معبد ابن عباس کے سب موالیان مین بہت ہی صادق القول
تھے اور علی نے اونکا نام نافذ بیان کیا ہی۔ اور نیز دیگر روایات مندرجہ صحیح بخاری سے بھی پایا
جاتا ہی کہ فقط سلام پر آنحضرت کے نماز ختم نہوتی تھی جیسا کہ روایت حضرت ام سلمہ سے ظاہر
ہوا کہ عورات مقتدیات قبل ختم نماز فقط آنحضرت کے سلام نماز کہنے پر اوٹھ کر اپنے گھرون کو
چلے جایا کرتی تھین

الحمد للہ والمنہ کہ تمامی مسائل نماز مروجہ شیعیان اہلبیت مطابق سنت رسول اللہ صلعم
ثابت ہوئی اور حضرات اہلسنت وجماعت کے تمام ارکان اور طریقے موضوعی اور جدید
اور بدعت پائے گئے اور طرہ یہ کہ اونھین کی کتب صحیحہ احادیث سے اونکا طریق عمل
اخلاف طریقہ رسولخدا صلعم ثابت ہوا اور شیعون کا طریق عمل بموجب اونکی صحاح کے
عین مطابق سنت پایا گیا۔ اب حضرات اہلسنت جو شیعون کے اعمال پر براہ تعصب
طعن بیجا کرتے ہین فرا دل مین شرمائین اور خدا سے ڈرین وانہ شدید العقاب

تمت

تقریظ

جناب مستطاب شریعت مآب مجتہد العصر مولوی السید سبط حسین صاحب دامت برکاتہ

یہ رسالہ نافعہ وعجالہ رائعہ جسکو عالم جلیل محقق نبیل حبر علام بحر طمطام فرد فہام وحید الدہر فرید العصر ماہر خبیر کلیم بے نظیر متمسک باہل عصمت وتطہیر موفق ومؤید من اللہ الصمد جناب مولوی شیخ احمد صاحب مدظلہ نے تحریر کیا حقیر کی نظر سے گذرا واقعی یہ رسالہ کمال وتبحر مصنف ممدوح پر دلالت کرتا ہی اور واسطے مخالفین کے سیف صارم وبرہان قاطع ہی حق تعالی مصنف رسالہ اور ناظرین کو اجر جزیل وثواب جمیل عنایت فرمائے واللہ الموفق والمعین وعلیہ نتوکل وبہ نستعین

وانا الاقل الاذل سبط حسین بن السید
رمضان علی النقوی

التماس

بخدمت جمیع اہل مطابع و تاجران کتب
کیخدمت مین عرض یہ ہے کہ حق تصنیف
اس کتاب کا جناب مصنف صاحب دامت برکاتہ
نے راقم کو مرحمت فرمایا ہے لہذا کوئی صاحب
قصد اسکے چھاپنے یا چھپوانیکا نہ فرماوین۔

راقم

سید عابد علی رضوی